آسان مسائل

حصہ سوم

مطابق فتاویٰ

آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی مدظلہ العالی

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

نام کتاب: آسان مسائل (حصہ سوم))

فتاوی: حضرت آیت اللہ العظمی' سید علی سیستانی مدظلہ العالی

ترتیب: عبد الہادی محمد تقی الحکیم

ترجمہ: سید نیاز حیدر حسینی

تصحیح: ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر: مؤسسہ امام علی، قم القدسہ، ایران

کمپوزنگ: ابو محمد حیدری

توجہ

وہ احکام شریعہ کہ جو دو بریکٹوں () کے درمیان بیان ھوئے ھیں، ان سے مراد احتیاط ھے، آپ کو اختیار ھے کہ احتیاط واجب کی صورت میں اسی پر عمل کریں یا پھر اس مسئلہ میں کسی دوسرے مجتھد کی تقلید کریں، لیکن اس میں بھی اعلم کی مراعات ھونی چاہئے۔

دفترمرجع تقلید حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی الحسینی سیستانی مدظلہ العالی
قم المقدسہ، اسلامی جمھوری ایران

مقدمہ

﴿رب اشر ح لی صدری و یسرلی امری و احلل عقدةمن لسانی یفقهوا قولی﴾

اے میرے رب ؛میرے سینہ کو کشادہ کردے اور میرے کام کو آسان کردے، اور میری زبان کی گرہوں کو کھول دے تاکہ وہ میری بات کو سمجھ سکیں۔،،

الحمد لله رب العالمین والصلا ة والسلام علی سیدنا محمد وآله الطیبین الطاهرین

میں نے کوشش کی ھے کہ میری کتاب ،،الفتاوی المیسرہ،، کی روش سادہ، عام فہم، آسان، مکلفین و مولفین اور قارئین کے لئے جوروزمرہ اور عام بول چال کی زبان ھے، اس پر مبنی ہو اور میں نے حتی الامکان کوشش کی ھے کہ فقہی پیچیدہ اور مشکل اصطلات کو آسان اسلوب میں بیان کروں۔ اس جدید اور عام فہم اسلوب سے پڑھنے والے کا شوق بتدریج بڑھے گا اور اس کا میلان اس کو اپنے احکام دینی پر احاطہ کرنے کی صلاحیت عطا کرے گا۔

میں نے صرف ان اہم احکام کو اختیار کیا ھے جن کی مکلفین کو ضرورت ھے۔۔ اگر مکلفین اس سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں تو وہ اپنی وسعت کے مطابق فقہ اسلامی کی بڑی کتابوں اور دوسرے رسائل عملیہ کی طرف رجوع کریں۔

دوسری بات یہ ھے کہ پڑھنےوالے کے دل میں علم فقہ اور علم خلاق کی قربت کا احیاء اور اس کے عمل اور روح عمل کے درمیان ربط پیدا کرنا ہے۔

اس کتاب کوتین حصوں پر تقسیم کیا گیا ھے۔

پہلا حصہ

ہم نے پہلے حصے کو عبادت سے مخصوص کیا ھے اور پھر عبادت کو نماز سے مخصوص قرار دیا ہے کیونکہ نماز اسلام کا وہ اہم رکن ھے کہ جس کے بارے میں پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ھے:

”الصلوة عمو د الد ین ان قبلت قبل ما سواها وان ردت ردما سواها “

نمازدین کا ستون ھے اگر نماز قول ہوگی تو تمام اعمال قبول ہوجائیں گے اور اگر نماز رد کردی گی تو تمام اعمال رد کردیے جایں گے،،

نماز تمام عبادات کا محور اور ان کا قلب ، اس لیے کہ

”لا صلوة الا بطهور“

”نماز طہارت کے بغیر نہیں ہو سکتی“

پس بحث کا پیکر چاہتا ہے کہ نماز تک پہنچنے کے لئے تقلید کی گفتگو کے بعد ان نجاسات کا بیان شروع کروں کہ جو طہارت کو ختم کردیتے ہیں۔ پھر ان مطہرات کا ذکر کروں کہ جو طہارت بدن کا سبب بنتے ہیں۔ اور ان سب کو بیان کرنے کے بعد نماز تک جاؤں، کیونکہ نماز تک پہنچنے کے لیے یہی مناسب ھے کہ نماز جیسی اہم عبادات بھی طہارات و پاکیزگی چاہتی ہیں جیسے روزہ وحج وغیرہ۔

حصہ دوم

میں نے دوسرے حصے کو معاملات سے مخصوص کیا ہے جیسے بیع و شراء [خرید و فروخت] وکالت، اجارہ اور شرکت وغیرہ۔

حصہ سوم

تیسرے حصہ کو انسان کے احوال سے مخصوص کیا ھے۔ جیسے نکاح، طلاق، نذر و عہد اور قسم وغیرہ۔

اس کے فوراً بعد امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بارے میں گفتگو کی ھے۔ بحث کا اختتام دو مختلف قسموں پر ختم ھوا ھے اور اس بیان کے مطابق موضوعات کو مندرجہ ذیل سلسلہ کے مطابق منظم کیا ھے =

تقلید سے متعلق گفتگو، نجاست کے متعلق گفتگو، طہارت سے متعق گفتگو، جنابت، حیض، نفاس، استحاضہ، میت، وضو، غسل، تیمم، جبیرہ، نماز، دوسری نمازیں، روزہ، حج، زکوۃ، خمس، تجارت اور اس کے متعلقات، نکاح، طلاق، نذر و عہد، وصیت، میراث، اور امر بالمروف ونہی عن المنکر سے متعلق الگ الگ گفتگو کی گی ھے۔

اس کتاب کا نسخہ نجف اشرف میں حضرت آیت اللہ العظمی' سید علی حسینی سیستانی مدظلہ العالی کے دفتر کی طرف سے خواہش مند حضرات کو اس تاکید کے ساتھ دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت کے فتوؤں کے مطابق ہے اور ان کے دفتر کی طرف سے اس نسخہ پر لازمی و ضروری اصلاح بھی ھوئی ہے تاکہ کتاب کا یہ نسخہ اس کے بعد آنحضرت کے فتوؤں کے مطابق کامل ھوجائے۔

امید ہے کہ اپنے مقصد وہدف میں کامیاب ہوگیا ہوں اور میں ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے اس کام میں میرے ساتھ تعاون کیا ہے۔ خصوصی طور پر میں ان رفقاء کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ جو نجف اشرف میں معظم کے دفتر میں بر سرپیکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھ کو بروز قیامت ان لوگوں کے ساتھ محشور فرمائے جن کے متعلق قرآن میں ہے:

"اوتی کتابہ بیمینہ فیقول ھا ؤم اقروا کتابیہ "جس کا نوشتہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا لو آؤ میرے نوشتہ کو پڑھو اور میرا عمل خالص صرف اسی کے لئے قرار پائے۔ "یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم"

"اس روز نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد کام آئے گی مگر جس کو اللہ قلب سلیم عنایت کردے"

"ربنا لا تو اخذ نا ان نسینا او خطا نا"

"پالنے والے ہماری خطا و نسیان کی بازپرس نہ فرما"

"غفر انک ربنا و الیک المسیر"

"اے ہمارے رب تو بخشنے والا ہے اور تیری ہی طرف بازگشت ہے"

والحمد للہ رب العالمین

ترتیب عبدالہادی محمد تقی الحکیم۔

تجارت کے بارے میں گفتگو

تجارت پر گفتگو

کیا آپ تجارت کے پیشہ کو دوست رکھتے ہیں، تو پھر آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ دین میں سوجھ بوجھ حاصل کریں، میرے والد نے یہ فرما کر فوراً کہا کہ "مَن اَرَادَ التِّجَارَةَ فَلیَتَفَقّہِ فِی دِینِہ" (جو شخص تجارت کرنا چاہتا ہے وہ دین میں تفقہ (سوجھ بوجھ) حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعہ اس کو حلال و حرام معلوم ہوجائے، جس نے دین میں تفقہ حاصل نہیں کیا اور تجارت کی تو وہ شبہات میں گھر گیا۔

اس گفتگو کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث سے شرف بخشا، میرے والد تجارت کی گفتگو کو شروع کرتے ہوئے امام علیہ السلام کے اس قول کی طرف اشارہ کیا کہ جس میں آپ نے فرمایا:

"غَفَلَ عَنُھَا الکثِیرُون اَوتَغَافَلُوافَتَوَرَّطُوا فِی الشُّبھَاتِ"

"کتنے غافل ہیں کہ جو شبہات میں پڑجاتے ہیں اور اس راز اور اس کی گہرائی کو نہیں جانتے کہ فقہ اور تجارت میں بھی کوئی ربط ہے؟"

لہذا میں نے اپنے والد سے سوال کیا۔

سوال: ابا جان! تجارت اور فقہ کے درمیان کیا علاقہ ہے؟

جواب: ہماری شریعت اسلامیہ میں ہماری اقتصادی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا علاج، اس میں عدالت، بہترین نتیجہ اور معاشرے کے مختلف طبقات و افراد کے درمیان ثروت کی تقسیم، جس میں معاشرہ کی سعادت اور خیر و مصلحت ہے، اس بنا پر یہ فطری بات ہے کہ شریعت اسلامی اپنے اقتصادی نظریہ کے مطابق کچھ قوانین بنائے کہ ان میں کچھ جائز اور کچھ ناجائز ہوں کہ مختلف حالات کی بناء پر ان قوانین کا دائرہ کبھی وسیع ہوتا ہے اور کبھی تنگ پس مکلف پر واجب ہے کہ وہ اپنے لئے اور اپنے واجب النفقہ لوگوں کے لئے (مثلاً زوجہ اولاد، ماں باپ جبکہ ان کو اس کی حاجت ہو اور ان کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو) معیشت کے حصول میں کوشش کرے۔

اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے لقمہ حیات کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرے، اس کیلئے کوئی ایسا دروازہ کھلا نہیں ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کوئی بھی عمل اور پیشہ اختیار کرے، پس کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا بیچنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔

سوال: ذرا مثال دیجئے؟

جواب: شراب اور بیر کا بیچنا حرام ہے، کتوں کا بیچنا (سوائے شکاری کتوں کے) حرام ہے، سور کا بیچنا حرام ہے، نجس مردار کا بیچنا مثلاً جس میں گوشت اور چمڑا ہو، وہ حیوانات کہ جن کو غیر شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو، ان کا بیچنا حرام ہے، کسی کے مال کا غصب کرنا اور اس کا بیچنا حرام ہے، اور ایسی چیزوں کا بیچنا جن کا کوئی فائدہ نہیں سوائے حرام کے مثلاً قمار اور حرام کھیل کود کی چیزیں جیسے بانسری کا بیچنا حرام ہے، اور ملاوٹ حرام ہے، سود لینا حرام ہے، اور کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی اور یہاں ذخیرہ اندوزی سے مراد وہ اشیاء ہیں کہ جو اس شہر میں اکثر غذا کے طور پر کھائی جاتی ہوں، اور ذخیرہ اندوزی اس بات پر موقوف ہے کہ جو غذا میں بنیادی چیزیں شمار ہوتی ہوں، جیسے نمک اور روغن وغیرہ، اس امید پر ذخیرہ کرنا کہ ان کی قیمت زیادہ ہوگی، جبکہ مسلمانوں کو ان چیزوں کی حاجت ہو اور بازار میں وہ چیزیں نایاب ہوں تو حرام ہے۔

اور حق کی قضاوت یا باطل کی قضاوت پر رشوت لینا حرام ہے، اور آلات قمار سے کھیلنا، جیسے شطرنج، جوا، سٹہ کا بازی لگا کر شرط کے ساتھ کھیلنا بلکہ شطرنج اور جوئے اور ان دونوں کی طرح دوسرے کھیل بغیر بازی کے بھی حرام ہیں، کسی ایسی چیز کی قیمت زیادہ لگانا کہ جس کے خریدنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ کسی سے اس نے سنا تو اس چیز کی قیمت زیادہ لگادی، قیمت کی زیادتی کے بعد وہ چیز خریدنا حرام ہے اگرچہ نقصان اور دھوکے سے دوسرا آدمی محفوظ ہو۔

ایسی چیز جو قمار یا چوری وغیرہ کے ذریعے حاصل کی گئی ہو اس کا خریدنا حرام ہے۔

سوال: یہ وہ حرام چیزیں تھیں کہ جن کا بیچنا اور خریدنا حرام ہے کیا مکروہات بھی ہیں؟

جواب: ہاں کچھ تجارتی معاملات ایسے بھی ہیں کہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک مرجوح (یعنی جن کا رجحان کم) ہیں مکلفین کے لئے ان سے دوری اختیار کرنا یا ان سے بچنا لازمی نہیں ہے پس وہ مکروہ ہیں۔

سوال: ذرا مجھے مثال سے سمجھائیے؟

جواب: قیمتی مال کا بیچنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اس کی قیمت سے دوسرا قیمتی سامان خریدا جائے، سونے کے عوض سونا اور چاندی کے عوض چاند اگر کسی اضافہ کے بغیر ہو تو مکروہ ہے ورنہ اضافہ کی صورت میں حرام ہے، جو نیا نیا مالدار ہوا ہو اس سے قرض لینا مکروہ ہے، اسی طرح انسان کیلئے قصابی، حجامت اور کفن بیچنے کا کام کرنا اور ایسے ہی دوسرے کام مکروہ ہیں اس کے بعد میرے والد نے مزید فرمایا کہ تجارت کے معاملات میں بھی بعض طریقے اور شریعت کی نظر میں مکروہ ہیں۔

سوال: مثلاً (وہ کون سے طریقے ہیں)؟

جواب: جب غش سے نہ ہو تو کسی عیب کا چھپانا مکروہ ہے اور اگر غش (دھوکہ) ہو تو پھر اس عیب کا چھپانا حرام ہے، معاملہ میں سچی قسم کھانا مکروہ ہے، لیکن جھوٹی قسم حرام ہے اور مومن سے زیادہ فائدہ لینا مکروہ ہے اور بیچنے کے بعد قیمت میں کمی کا مطالبہ

کرنا مکروہ ہے اور ایسی تاریک جگہ بیچنا جہاں مال کا عیب ظاہر نہ ہو مکروہ ہے بیچنے والے کو مال کی تعریف کرنا اور خریدار کو مال کی برائی کرنا مکروہ ہے، اس کے علاوہ اور بھی مکروہات ہیں۔

سوال: یہ تو مکروہات تھے کیا مستحبات بھی ہیں؟

جواب: ہاں کچھ چیزوں کی تجارت شریعت اسلامی کے نزدیک مرغوب اور محبوب ہے، لیکن وہ مکلفین کے لئے لازمی نہیں ہے اور نہ ان پر واجب ہے بلکہ مستحب ہیں۔

سوال: مجھ سے جس بارے میں آپ نے فرمایا مثال دے کر بیان کیجئے؟

جواب: مثلاً مومن کو قرض دینا اور اس سے زیادہ نہ چاہنا مستحب ہے، دوا کا بیچنا مستحب ہے، اگر کوئی کسی کو تجارت کرنے کے لئے کچھ مال دے اس لحاظ سے کہ معین فائدہ طرفین (بیچنے والے اور خریدار) کے لئے ہو تو یہ مستحب ہے، جیسا کہ تجارت کے بعض طور و طریقے شریعت اسلامی کو محبوب ہیں اور اس کو ان میں رغبت ہے۔

سوال: مثلاً

جواب: مستحب ہے کہ بیچنے والا اپنے خریداروں کے درمیان جنس کی قیمت میں فرق نہ کرے، اور جنس کی قیمت میں زیادہ سختی نہ برتے، اور جس شخص نے اس سے کوئی معاملہ کیا ہو اور بعد میں وہ پشیمان ہو جائے تو بیچنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اس کی بات کو قبول کرے اور خریدار کی قیمت واپس کرے۔ اور انسان کے لئے مستحب ہے کہ وہ کم لے اور زیادہ دے اور قیمت کا کم کرنا مستحب ہے۔

اپنے کاروبار کی جگہ کا دروازہ کھول کر اس میں بیٹھنا مستحب ہے، رزق کے حصول کے لئے جدو جہد کرنا مستحب ہے، بیچنے میں احسان و بخشش مستحب ہے، بیع و شراء میں اچھا پیشہ اختیار کرنا مستحب ہے، طلب رزق کے لئے ہجرت کرنا اور اس کے حصول میں کوئی نئی روش اختیار کرنا مستحب ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مستحبات ہیں، میرے والد نے مزید فرمایا کہ کچھ تجارتی معاملات اور ان کی روش ایسی ہے کہ جو شریعت اسلامی کے نزدیک نہ محبوب ہیں اور نہ مبغوض، پس انسان کو اختیار ہے کہ وہ جس معاملہ کو چاہے اختیار کرے اور جس کو چاہے چھوڑے، کسی ایک معاملہ کو کسی دوسرے معاملہ پر ترجیح دیئے بغیر پس وہ معاملات مباح ہیں، جیسے آجکل کے بہت سے تجارتی معاملات، میرے والد نے اس کے فوراً بعد کہا:

شریعت اسلامیہ نے ان تمام چیزوں کے لئے کچھ شرائط رکھی ہیں کچھ شرائط جس چیز کو بیچنا چاہتا ہے اس کے بارے میں شرائط ہیں، کچھ شرائط خود بیع میں ہیں اور چند خریدار شرائط کے بارے میں ہیں۔

سوال: جس چیز کو بیچا جاتا ہے اس میں کیا شرائط ہیں؟

جواب: اس میں چند شرطیں ہیں:

(۱) جس چیز کو بیچا جاتا ہے اس کی مقدار، وزن، پیمانہ، عدد یا مساحت کے اعتبار سے معلوم ہونا چاہئے یہ اختلاف اجناس کے مختلف ہونے کی بناء پر ہوتا ہے۔

(۲) بیچی ہوئی چیز کو سپرد کرنے کی قدرت رکھتا ہو پس نہر کی مچھلیاں بیچنا اور پرندہ (جب کہ وہ ہوا میں اڑ رہا ہو) بیچنا صحیح نہیں ہے ہاں اگر خریدار بیچی ہوئی جنس کو حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو پھر یہ بیع درست ہے مثلاً کوئی بھاگا ہوا چوپایا بیچا گیا ہو اور خریدار اس کو پکڑنے پر قدرت رکھتاہے تو یہ معاملہ صحیح ہے۔

(۳) ان خصوصیات کا علم ہونا چاہئے کہ جو کسی جنس اور اس کی قیمت میں ہوتی ہیں اور خصوصیات کی بنا پر لوگوں کا رجحان کسی معاملہ میں مختلف ہوتاہے چاہے یہ خصوصیات عام شکل ہی میں کیوں نہ ہوں مثلاً رنگ، مزہ، خوبی اور نقص وغیرہ کہ ان کی بناپر ہر بیچی جانے والی جنس کی بازاری قیمت میں فرق آجاتاہے۔

(۴) کسی شخص کا اس جنس یا قیمت میں کوئی حق نہ ہو پس وہ مال جو کسی کے پاس رہن رکھا ہوا ہے تو وہ رہن رکھنے والے کی اجازت کے بغیر نہیں بیچ سکتا ۔ اسی طرح وقف شدہ چیز کا بیچنا جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ وقف کو اس کا کوئی فائدہ ہے بھی تو اتنا کم کہ وہ نہ ہونے کے برابر ہو۔

(۵) بیچی جانے والی چیز وہ خود عین جنس ہو، جیسے گھر، کتاب اور سامان وغیرہ پس گھر کا نفع بیچنا صحیح نہیں ہے۔ میرے والد محترم نے یہ فرما کر مزید فرمایا:

اسی طرح کسی شہر میں کسی چیز کو وزن کرکے بیچا جاتا ہے تو اس شہر میں اس جنس کو صرف وزن کرکے ہی بیچ سکتے ہیں اور اسی چیز کو کسی دوسرے شہر میں کسی پیمانہ کے ذریعے بیچا جاتا ہے تو اس شہر میں فقط پیمانہ ہی کے ذریعہ بیچنا درست ہے اور اسی اعتبار سے ہر چیز کو بیچاجائے گا تاکہ جنس کے بارے میں جو علم نہیں ہے وہ دور ہوجائے ۔

سوال: ذرا مجھے مثال سے سمجھائیے؟

جواب: مثلاً کسی شہر میں پھل تول کر بکتے ہیں تو اس شہر میں صرف تول کر ہی بیچے جاسکتے ہیں، اور مثلاً دودھ جس شہر میں لیٹر کے حساب سے بیچاجاتا ہے تو اس شہر میں دودھ صرف لیٹر ہی کے ذریعہ بیچا جائے گا، یہ جہالت سے بچنے کے لئے ہے تاکہ کسی قسم کی جہالت نہ رہے۔

یہ چند شرطیں جس چیز کو بیچا اور خریدا جاتا ہے ان کے بارے میں تھیں اور اب یہاں چند شرطیں خود ان چیزوں کے بارے میں ہیں کہ جو بیچی جاتی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بیچتے وقت کسی معمولی چیز کو معاملہ پر معلق کرنا جائز نہیں ہے ۔

سوال: ذرا اس پر مجھے مثال بیان کیجئے؟

جواب: مثلاً گھر بیچتے وقت خریدار سے یہ کہنا صحیح نہیں کہ میں نے اس گھر کو تجھے بیچا جب کہ مہینہ کا پہلا چاند ہو، یا اس خریدار سے یہ کہا نہیں جا سکتا کہ میں نے اپنی اس گاڑی کو تیرے ہاتھ بیچا جب میرے یہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہو وغیرہ وغیرہ، اگر ایسا اتفاق پیش آجائے تو دوبارہ بیچنے والے اور خریدار میں، خرید و فروخت پر لڑکے کی پیدائش اور رویت ہلال کے بعد اتفاق ہونا چاہیئے۔

سوال: وہ کون سے شرائط ہیں کہ جو بیچنے والے اور خریدار میں پائے جائیں کہ آپ نے جن کی طرف اپنی گفتگو میں اشارہ فرمایا؟

جواب: بیچنے والا اور خریدار دونوں عاقل ہوں، بالغ ہوں، رشید ہوں، خرید و فروخت کا قصد رکھتے ہوں، مختار ہوں، کسی کے جبر و اکراہ سے خرید و فروخت نہ کر رہے ہوں، اس چیز کے تصرف پر قدرت رکھتے ہوں چاہے خود مالک ہوں یا مالک کے وکیل ہوں یا مالک کی طرف سے معاملہ کرنے کی اجازت رکھتے ہوں یا اس پر ولی ہوں۔

سوال: جس چیز کا کوئی مالک ہے اگر اس کے بیچنے پر کوئی اسے مجبور کرے تو؟

جواب: جب کہ یہ جبر و اکراہ کسی ایسے ظالم کی طرف سے ہو کہ جس سے مالک ڈرتا ہو کہ اگر اس کی مخالفت کرے گا تو اس کی جان یا مال یا کسی ایسی اہم چیز کو خطرہ لاحق ہو کہ جو اس سے متعلق ہے تو یہ بیع صحیح نہیں ہے۔

سوال: بعض دفعہ کسی ظالم کے ظلم کی بنا پر مجبوراً اپنے رہنے کی جگہ کو انسان بدلنے کی وجہ سے اپنی املاک اور ضروری سامان کو بیچنے پر مجبور ہو جاتا ہے تو ؟

جواب: یہ بیع صحیح ہے۔

سوال: آپ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ بیچنے والے کے لئے کیا شرط ہے کہ وہ مالک ہو، یا اس کا وکیل ہو، یا اس کا ولی یا اس کی طرف سے بیچنے پر کسی کو اجازت حاصل ہو اس بنا پر اگر کوئی دوست یا پڑوسی یا رشتہ دار یا اسی طرح کوئی اور بیچے تو؟

جواب: یہ بیع صحیح نہیں ہے، مگر یہ کہ مالک کی اجازت حاصل ہو، یا مالک کا وکیل ہو یا ولی ہو اگر ایسا نہیں ہے تو بیع باطل ہے۔

سوال: اگر غصب شدہ مال بیچنے کے بعد مالک راضی ہو جائے تو؟

جواب: یہ بیع صحیح ہے۔

سوال: آپ نے فرمایا کہ بیچنے والے اور خریدار کے لئے شرط ہے کہ وہ بالغ ہوں پس اگر نابالغ بچہ اپنے مالک کی چیز کو بیچنا چاہے تو یہ بیع کیسی ہے؟

جواب: معمولی اور کم قیمت جیسی اشیاء کا بیچنا صحیح ہے کہ جس کا عام طور پر ممیّز بچے معاملہ کر لیتے ہیں، تو یہ معاملہ اور بیع صحیح ہے، اور اگر یہ چیزیں قیمتی اور اعلیٰ ہیں تو پھر ان بچوں کا تنہا اور مستقلاً معاملہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: بچے کے مال کو بیچنے کا کس کو حق ہے؟

جواب: اس کے ولی، اس کے باپ، دادا اور باپ یادادا کا وصی اور جب کہ یہ نہ ہوں تو حاکم شرع کو حق ہے، پس باپ کے لئے جائز ہے کہ بچہ کے مال کو اس وقت بیچے کہ جب اس کے بیچنے میں کسی قسم کا فساد نہ ہو، اسی طرح جب بچہ کے باپ دادا اور ران دونوں میں سے کسی کا وصی نہ ہو تو حاکم شرع کو اس کا مال مصلحت کا لحاظ رکھتے ہوئے بیچنا جائز ہے۔

سوال: اور کیا بچے کو اپنے علاوہ کسی کو وکیل بنانے کا حق ہے جیسے باپ، دادا کہ وہ اس کا مال اس کی طرف سے بیچیں؟

جواب: ہاں اس کو یہ حق ہے۔

سوال: اگر بیع اپنے تمام بیان کی ہوئی شرائط کے ساتھ تمام ہوجائے اور وہ بیع کسی بھی چیز کی ہو تو کیا خریدار کو حق ہے کہ وہ اپنی خریدی ہوئی چیز کو لوٹا کر اس کی قیمت واپس لے لے؟ اور کیا بیچنے والے کو حق ہے کہ وہ قیمت واپس کردے اور جس چیز کو بیچنا ہے واپس لے لے؟

جواب: بعض حالات میں معاملہ کو باطل کرنے کا حق ہے اور وہ حالات یہ ہیں:

(۱) جب کہ بیچنے والا اور خریدنے والا بیچنے کی جگہ سے یا راستہ سے جدا نہ ہوئے ہوں تو پھر دونوں میں سے ہر ایک کو معاملہ توڑنے کا حق ہے۔

سوال: اگر دونوں جدا ہوگئے ہوں اور ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے راستہ کی طرف چلے گئے ہوں تو؟

جواب: ایسی صورت میں معاملہ لازم اور ثابت ہو جائے گا یعنی اب معاملہ کو توڑ نہیں سکتے۔

(۲) اگر بیچنے والا اور خریدنے والا کوئی بھی گھاٹے میں ہو تو اس کو معاملہ توڑنے کا حق ہے مثلاً بیچنے والے نے اپنی جنس کو بازاری قیمت سے اتنی کم قیمت میں فروخت کردیا کہ جو نا قابل گذشت ہے اور بیچنے والا اس کو جانتا بھی نہ تھا بعد میں اس کو اس کمی کا علم ہوا پس اس کو معاملہ توڑنے کا حق ہے، اسی طرح خریدار جب کوئی چیز بازاری قیمت سے زیادہ قیمت میں خریدے اور وہ اس چیز کو نہ جانتا تھا پھر اس پر حقیقت روشن ہوئی تو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ اس جنس کو واپس کرکے اس کے معاملہ میں جو چیز دی تھی واپس لے لے۔

(۳) اگر خریدار کسی ایسی چیز کو خریدے جو سامنے نہ ہو، غائب ہو، ان بعض خصوصیات کی بناء پر کہ جو اس کے ذہن میں تھیں یا تو ان خصوصیات کو بیچنے والے نے بیان کیا تھا یا خریدار نے پہلے اس چیز میں ان خصوصیات کو دیکھا تھا پھر بعد میں اسے معلوم ہوا کہ اس جنس میں وہ خصوصیات نہیں ہیں جن کو خریدار نے خیال کیا تھا پس خریدار کو حق حاصل ہے کہ وہ اس جنس کو واپس کرکے معاملہ توڑدے۔

(۴) جب کہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں یہ شرط کریں کہ فلاں مدت معینہ تک دونوں میں سے کوئی بھی معاملہ کو توڑ سکتا ہے تو پھر اس مدت میں دونوں کو معاملہ توڑنے کا حق حاصل ہے۔

(۵) جب کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک عہد کرے کہ فلاں کام انجام دیا جائے اور وہ کام معاہدے کے مطابق انجام نہ پایا، شرط کرے کہ جو مال دے رہا ہے وہ خاص صفت کا ہو اور خریدنے کے بعد اس مال میں وہ مخصوص صفت نہ پائی گئی ہو تو معاملہ توڑنے کا خریدار کو حق حاصل ہے کہ وہ معاملہ توڑ سکتا ہے۔

(۶) جب خریدار کسی چیز کو خریدے اور اس کے بعد اس چیز میں کوئی عیب دیکھے تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ اسے واپس کردے، اسی طرح بیچنے والا قیمت میں کسی قسم کا عیب دیکھے تو اس کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ بھی قیمت لوٹا کر اپنی چیز واپس لے سکتا ہے۔

(۷) معلوم ہو جائے کہ جن چیزوں کو خریدار نے خریدا ان میں سے کچھ ایسی ہیں جو بیچنے والے کی نہیں ہیں، اور مالک بھی ان چیزوں کے بیچنے پر راضی نہیں ہے تو خریدار کے لئے جائز ہے کہ وہ تمام معاملہ کو توڑ دے۔

(۸) جب کہ بیچنے والا کسی چیز کو خریدنے والے کے سپرد کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو خریدنے والے کو حق حاصل ہے کہ وہ معاملہ کو باطل کردے۔

(۹) جب کی بیچی جانے والی چیز کوئی حیوان ہو تو خریدار کو تین دن کے اندر اندر حق حاصل ہے کہ بیچنے کی تاریخ سے (ان تین دنوں کے اندر) حیوان کو اس کے مالک کو لوٹا کر اس کی قیمت واپس لے لے، اور اسی طرح حیوان کے بیچنے والے کو حق حاصل ہے کہ وہ ان تین دن کے اندر حیوان کی قیمت خریدار کو واپس کر کے اپنی چیز واپس لے لے۔

(۱۰) جب کہ بیچنے والا اپنی جنس کی ایسی خصوصیات بیان کرے کہ جو واقعاً اس میں نہیں ہیں تا کہ خریدار کی رغبت اس کے خریدنے میں پیدا ہو جائے پس خریدار کو اس کے خریدنے کے بعد صحیح حال معلوم ہو جائے تو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ اس جنس کو لوٹا کر اپنی قیمت واپس لے لے۔

(۱۱) جب کہ بیچنے والا کسی چیز کو بیچے اور وہ اس کی قیمت حاصل نہ کرے، اور وہ اپنی جنس کو بھی خریدار کے سپرد نہ کرے کیونکہ ابھی اس نے قیمت ادا نہیں کی، تو یہ معاملہ تین دن تک فقط لازم رہے گا اس کے بعد بیچنے والے کو حق ہے کہ وہ معاملہ کو باطل کردے کیونکہ خریدار قیمت لے کر نہیں آیا یہ حکم اس وقت ہے جب کہ بیچنے والے نے خریدار کو قیمت کے ادا کرنے میں بغیر کسی معین مدت کے مہلت دی ہو، اور اگر اس کو مدت معینہ کی مہلت دی گئی ہو تو پھر بیچنے والے کو معاملہ توڑنے کا مدت سے پہلے حق حاصل نہیں ہے، اور اگر اس نے مہلت نہیں دی تو پھر قیمت ادا نہ کرنے کی صورت میں وہ معاملہ کو کسی وقت بھی توڑ سکتا ہے۔

سوال: جب کہ خریدار اور بیچنے والے کے درمیان قیمت کی ادائیگی پر مدت مقرر ہو جائے تو کیا یہ معاملہ قرض سمجھا جائے گا، کیا اس قسم کا معاملہ صحیح ہے؟

جواب: معاملہ صحیح ہے جبکہ قیمت کی ادائیگی کی مدت معین ہو، اس میں کسی قسم کی کمی وزیادتی نہ ممکن ہو اور نہ بہت زیادہ مبہم ہو مثلاًدونوں اس بات پر متفق ہوجائیں کہ کھیتی کی کٹائی کے وقت قیمت ادا کی جائے گی تو یہ معاملہ باطل ہوجائے گا اس لئے کہ کھیتی کی کٹائی کا وقت معین نہیں ہے۔

سوال: قرض سے بچنے کے لئے اگر دونوں کا کسی مدت معینہ تک قیمت کی زیادتی پر اتفاق ہوجائے تو؟

جواب: یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ سود ہے اور سود حرام ہے، خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿اَحَلَّ اللّٰہُ البیعَ وَ حَرّمَ الرِّبٰا﴾

”اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔“

سوال: مثلاًبیچنے والا اور خریدار دونوں سو(١٠٠)کلو گیہوں کو ایک سو بیس(١٢٠)کلو گیہوں کے سودے پر اتفاق کر لیتے ہیں تو کیا یہ سود شمار ہوگا؟۔

جواب: یہ سود ہے جو کہ حرام ہے۔

سوال: کبھی دونوں(خریدار اور فروخت کرنے والا)سو کلو گیہوں کو سو کلو گیہوں اور اس کے ساتھ پچاس دینار زیادہ پر اتفاق کر لیتے ہیں تو کیا یہ پچاس دینار سود شمار ہوں گے؟

جواب: یہ بھی معاملہ اسی طرح سود ہے جیسا کہ تم کو پہلے بتایا گیا ہے کہ وہ حرام ہے، ہاں اگر ناقص چیز کے ساتھ ایک عمدہ رومال بھی دیا جائے اور اس سے مقصد یہ ہو کہ ایک طرف جو گیہوں ہیں وہ دوسری طرف رومال کے مقابلہ میں ہیں، اور پچاس دینار جو اس طرف ہیں وہ ان گیہوں کے مقابلہ میں ہیں کہ جو پہلی طرف ہیں، پس اس طرح یہ بیع مطلقاً صحیح ہو جائیگی اور اس سے حرام ربا لازم نہیں آئیگا۔

سوال: میں کس طرح پہچانوں یہ معاملہ ربا ہے، اور اس سے کس طرح بچا جا سکتا ہے؟

جواب: نقد معاملہ میں ربا(سود)دو طرح سے تحقق پاتا ہے۔

(١) عوضین(جنس وقیمت)دونوں میں سے ہر ایک ایسی ہو کہ جو ناپی جا سکتی ہو یا تولی جاتی ہو جیسے گیہوں، جو، چاول، مسور، ماش، پھل، سونا، چاندی وغیرہ۔

(٢) دونوں ایک ہی جنس سے ہوں۔

سوال: جب معاملہ ادھار ہو۔یعنی ”بیع الاجل“ہو تو کیا اس میں بھی ربا(سود) کے تحقق پانے میں اوپر والے دونوں امور شرط ہیں؟

جواب: نہیں بلکہ جب یہ دونوں امور نہ بھی پائے جاتے ہوں تو بھی ربا متحقق ہوتا ہے۔

(۱) جب دونوں چیزیں تولی جانے والی ہوں یا ناپی جانے والی چیروں میں سے ہوں، لیکن جنس دونوں کی مختلف ہو، جیسے سو کلو گیہوں کی سو کلو چاول کے مقابلہ میں ایک مہینہ کی مدت تک قرض بیچنا۔

(۲) دونوں چیزیں ناپی جانے اور تولی جانے والی چیزوں میں سے نہ ہوں لیکن جنس میں متحد ہوں اور زیادتی بھی اس جنس کی ہو جیسے دس اخروٹ کا ایک مہینہ کی مدت تک ادھار بیچنا ۱۵ اخروٹ کے مقابلہ میں۔

سوال: اس کے معنی یہ ہوئے کہ جب دو چیزیں عددی ہوں یعنی وزنی اور ناپی جانے والی نہ ہوں، جیسے انڈے یا جو چیزیں ہاتھ یا میٹر سے ناپی جاتی ہوں جیسے کپڑا وغیرہ اگر معاملہ نقد ہو تو ان کی خرید و فرخت جائز ہے؟

جواب: ہاں ان کا معاملہ جائز ہے اسی طرح تیس انڈوں کے ساتھ نقد بیچنا جائز ہے اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں۔

سوال: اور سونا کا کیا مسئلہ ہے؟

جواب: سونا کو بھی ہم مثل سے نہیں بیچ سکتے کیونکہ یہ تولی جانے والی چیزوں میں سے ہے۔

سوال: گڑھے ہوئے سونے کی چیز بے گڑھے ہوئے زیادہ سونے کے مقابل بیچنا جیسا کہ سناروں کے نزدیک رائج ہے، کیا یہ سود شمار ہوگا؟

جواب: ہاں یہ سود ہے مگر یہ کہ اسی نقص کے ساتھ کسی چیز کو ملا دیا جائے جیسا کہ اس کا پہلے بیان گزر چکا ہے۔

سوال: اگر گیہوں کی مختلف اجناس ہوں، اور خراب اور ردی گیہوں کو ستر کلو بہترین گیہوں کی قیمت سے بیچا جائے، یا اسی طرح چاول ہیں کہ ۱۰۰ کلو بہترین چاولوں کو ایک سو بیس کلو چاول کے مقابل بیچا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ بھی سود شمار ہوگا اس طرح کا معاملہ جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی چیز ضمیمہ (ملا دی جائے) کردی جائے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

سوال: اور اگر سو کلو گیہوں کو ستر کلو چاول کے مقابل بیچا جائے تو اس کا حکم بیان کریں؟

جواب: یہ نقد معاملہ درست ہے، کیونکہ اس ایک جنس گیہوں اور دوسری جنس چاول ہے، اسی کے ساتھ سود میں گیہوں اور جو ایک ہی جنس شمار ہوتے ہیں پس سو کلو گیہوں کا فقط ایک سو پچاس کلو جو کے مقابلہ میں بیچنا جائز نہیں ہے، اسی طرح سود میں تمام قسم کی کھجوریں ایک جنس کی شمار ہوں گی اور گیہوں / آٹا / روٹی / ایک جنس شمار ہوں گی، دودھ / پنیر / مسکہ ایک ہی نوع اور ایک ہی جنس کے شمار ہو گے، اسی طرح رطب / تمر / ان کا شیرہ ایک ہی جنس ہیں، کیونکہ اصل اور اس سے فراغ یقینی میں یہ ہمیشہ ایک جنس معتبر ہے، یہ بات یہاں ختم ہوتی ہے اب سود (ربا) کی دوسری قسم (جو ربا القرض کے نام سے ہے) کے بارے میں بحث ہوگی۔

سوال: یہ ربا القرض کیا ہے؟

جواب: قرض دینے والا قرض لینے والے سے قرض سے زیادتی کی شرط کرے، مثلاً ہزار دینار قرض دے اس شرط پر کچھ مدت بعد گیارہ سو دینار واپس کرے یہ بھی اسی طرح حرام ہے کہ جیساکہ ایک دوسرے کے مقابل لینا حرام ہے۔

سوال: سود پر قرض دینا ایک قسم کا فائدہ مند قرض ہے نہ کہ قرض بلا فائدہ؟

جواب: مومن کو قرض دینا بغیر فائدہ کے مستحبات موکدہ میں سے ہے، جیسا کہ آپ سے پہلے بیان کر چکا ہوں، اور خصوصاً مجبور اور حاجت مند لوگوں، کو قرض دینا، نبی پاک سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"من اقرض مومنا قرضا ینظر بہ یسورہ کان مالہ، فی زکاۃ وکان ھو فی صلاۃ الملائکہ حتیٰ یودیہ"

"جو کسی مومن کو قرض دے اور اس وقت تک منتظر رہے جب تک اس مومن میں قرض ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو قرض کی ادائیگی کی مدت تک گویا اس نے اپنے مال کی زکات دی اور گویا اس وقت تک وہ ملائکہ کے ساتھ نماز میں مشغول ہے"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"مکتوب علی باب الجنۃ الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر"

"جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے کہ صدقہ دینے میں دس نیکیاں ہیں اور قرض دےنے میں اٹھارہ نیکیاں ہیں"

سوال: یہ قرض کا حال تھا کہ اب ذرا آپ مجھ کو کچھ شرکت کے احکام بتائیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرا ایک بھائی اپنے کسی دوست کے ساتھ مشترک تجارت کرنا چاہتا ہے؟

جواب: شرکت دو بالغ، عاقل، آزاد اور مختاز کے درمیان جائز ہے جب کہ کوئی ان میں سے مجبور اور مفلس نہ ہو۔

میرے والد نے یہ فرما کر مزید فرمایا:

عقد شرکت کئی قسموں پر واقع ہوتا ہے ان میں سے جو اصطلاحاً بولا جاتا ہے: وہ شرکت اذنیہ ہے، اور یہ اس بات پر موقوف ہے کہ دو شخص آپس میں شرکت کرنا چاہیں تو وہ اپنے مال کا کچھ حصہ اس طرح ملا دیں کہ ایک دوسرے کے مال کی تشخیص نہ ہو سکے اس میں دو شریکوں میں سے ہر شریک کو یا شرکاء میں سے ہر شریک کو عقد کے فسخ یا شرکت کو باطل کرنے کا حق حاصل ہے، اور اسی طرح مال کی تقسیم کرنے کا بھی مطالبہ کرنے کا حق ہے، جب کہ کسی شریک کو اس تقسیم سے ظاہراً ضرر نہ پہنچے، پس اگر عقد شرکت کو ان میں سے کوئی ایک فسخ کر دے تو کسی کو مشترک مال میں تصرف کا حق نہیں ہے، اور دونوں شریکوں میں سے ہر شریک اپنے مال کی نسبت نفع اور نقصان میں شریک ہے، پس اگر دونوں کا حصہ مساوی ہے تو نفع و نقصان میں بھی مساوی ہیں اور اگر دونوں کا حصہ الگ الگ ہے تو ان میں سے ہر شخص اپنے حصہ کی نسبت مال کے نفع اور نقصان میں بھی شریک ہے۔

سوال: اگر دونوں شریک نفع میں کسی کی زیادتی پر متفق ہو جائیں کیونکہ وہ کام کی بنا پر شریک ہیں یا اس کا کام اپنے دوسرے شریک کی نسبت زیادہ یا اہم ہے یا ان میں سے کچھ نہیں ہے بلکہ ایسے ہی متفق ہو گئے ہیں تو؟

جواب: یہ اتفاق صحیح ہے اور نافذ ہے۔

سوال: جو کام کر رہا ہے اس کے ہاتھ سے اگر شرکت کے مال میں سے کچھ تلف ہو جائے تو؟

جواب: کام کرنے والا شریک امین ہے تلف شدہ چیز کا وہ ضامن نہیں ہے۔ ہاں اگر اس نے لاپرواہی یا کسی قسم کی غفلت برتی ہے تو پھر وہ ضامن ہے۔

سوال: اس زمانہ میں لوگوں کے درمیان ایک دوسرا معاملہ رائج ہے جو شرکت سے مشابہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو تجارت کرنے کی غرض سے کچھ مال دیتا ہے تاکہ اس کا طے شدہ منافع دونوں کے درمیان تقسیم ہو جیسے آدھا یا تہائی یا چوتھائی توکیا یہ معاملہ صحیح ہے۔؟

جواب: یہ معاملہ صحیح ہے جب کہ یہ دونوں شریک متفق، بالغ، عاقل، رشید اور مختار ہواور مالک مفلس کی بنا پر مجبور نہ ہو (یعنی حاکم شرع نے کسی شریک کو اس کے دیوانے پن کی بنا پر اپنے مال میں تصرف کرنے سے روکا نہ ہو) اس کو مضاربہ کہا جاتا ہے۔

سوال: اور عامل کام کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ عامل تفلیس کی بنا پر مجبور بھی ہو تو اس کی شرکت جائز ہے۔ جب کہ ان کا اتفاق اس کے ممنوعہ مال میں تصرف کا سبب نہ بنے پھر مالک اور عامل میں سے ہر ایک کو حق ہے کہ وہ کام شروع ہونے سے پہلے یا بعد منافع حاصل ہونے سے پہلے یا بعد اپنے اتفاق کو ختم کردیں اور اسی کے ساتھ عامل کو کسی قسم کا گھاٹا نہ ہو جب کہ اس نے کوئی غفلت اور بے توجہی نہ برتی ہو۔

سوال: جب مالک شرط لگائے کہ اگر نقصان ہوگا تو عامل کو وہ تمام کا تمام برداشت کرنا پڑے گا تو کیا یہ شرط صحیح ہے؟

جواب: یہ شرط صحیح ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ منافع میں بھی تمام عامل کا ہوگا مالک اس میں شریک نہ ہوگا۔

سوال: اور اگر شرط کریں کہ خسارہ بھی دونوں پر ایک ساتھ مثل منافع کے ہوگا؟

جواب: یہ شرط باطل ہے ہاں اگر عامل کے لئے شرط لگائی جائے کہ وہ خسارے میں سے کچھ کا یا تمام خسارہ کا تدارک کرے اور اپنے خاص مال سے اس میں خمیازے دے تو یہ شرط صحیح ہے اور اس کا پورا کرنا لازم ہے۔

سوال: اور جب دونوں میں اختلاف ہو جائے کہ عامل کا حصہ کتنا ہے، عامل کہے کہ میرا حصہ زیادہ ہے، مالک کہے عامل کا حصہ کم ہے اور عامل کے پاس بینہ “گواہی” بھی نہ ہو تو؟

جواب: قول قول مالک ہے (یعنی مالک کا قول قبول ہے) حاکم شرع معاملہ حل کرنے کے لئے مالک سے حلف لے گا جب کہ مالک کا قول ظاہر کے مخالف نہ ہو۔

سوال: یہ قول ظاہراً مخالف کس طرح ہوگا؟

جواب: اس کی مثال یوں ہے کہ مالک منافع کی مقدار عامل کے حصہ کی اتنی کم بیان کرے کہ عادۃ اتنی کم مقدار قرار نہ دی جاتی ہو مثلاً ہزار میں سے ایک اور عامل اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے جو متعارف مقدار ہے۔

سوال: جب کہ عامل دعوی کرے کہ پونجی تلف ہو گئی ہے یا خسارہ ہو گیا ہے یا منافع نہیں ملا، اور مالک اس کا انکار کرے ؟

جواب: حاکم شرع کی طرف رجوع کرتے ہوئے قول عامل قبول کیا جائے گا، جب ظاہراً اس کا قول مخالف نہ ہو جیسا کہ وہ دعویٰ کرے کہ پونجی جل کر تلف ہو گئی ہے، دوسرے اموال جو اس کے ضمن میں تھے وہ تلف نہیں ہوئے ۔

سوال: جب کہ مالک دعویٰ کرے کہ عامل خائن ہے یا اس نے اموال میں زیادتی کی ہے؟

جواب: قول، قول عامل ہے جب کہ حاکم شرع کی طرف رجوع کیا جائے اسی شرط کے ساتھ جو اوپر بیان ہوئی ہے۔

سوال: کبھی انسان کسی دوسرے انسان کو وکیل بناتا ہے تاکہ وہ اس کے کام میں اس کے قائم مقام رہے گویا وہ خود اس کو انجام دے رہا ہے۔ جیسے ایک انسان کسی دوسرے انسان کو وکیل بناتا ہے کہ وہ اس کا گھر یا اس کی جگہ وغیرہ بیچے تو کیا اس کے بھی کچھ خاص شرائط ہیں؟

جواب: ہاں وکیل اور موکل دونوں کا عاقل ہونا معتبر ہے ۔ اپنے ارادہ کے ساتھ دونوں وکالت کو اجراء کریں۔ دونوں مختار ہوں ، مجبور نہ ہوں۔ اسی طرح موکل میں بلوغ کو معتبر سمجھا گیا ہے ۔ مگر یہ کہ اگر ممیز بچہ وکیل بنائے تو اس کا وکیل بنانا صحیح ہے۔

سوال: کیا وکیل بنانے میں کوئی لفظ یا کوئی صیغہ خاص ہے؟

جواب: نہیں وکالت کے لئے کوئی معین لفظ نہیں ہے ۔ اور نہ کوئی معین صیغہ ہے، بلکہ اس پر جو بھی قول، فعل یا کتابت کرے کافی ہے۔ اور وکالت وکیل یا موکل کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے۔

سوال: کبھی انسان گھر یا دوکان یا کسی دوسری چیز کو کرایہ پر لیتا ہے یا کبھی خود اپنے آپ کو کرایہ پر دیتا ہے مثلاً درزی، معمار اور ڈرائیور وغیرہ پس آپ بتائیں کہ اجارہ میں کیا چیز معتبر ہے اور اس کے احکام کیا ہیں؟

جواب: اجارہ (کرایہ) مالک ، وکیل، ولی کی طرف سے صحیح ہے اور دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے ، جب وہ لوگ مالک یا وکیل یا ولی کی طرف سے اجازت حاصل کئے ہوئے ہوں۔ اور اجارہ دینے والے اور اجارہ لینے والے میں بلوغ ، عقل اوراختیار معتبر ہے اور وہ لوگ اپنی سفاہت یا تفلیس کی بنا پر اپنے مال میں تصرف کرنے سے روکے نہ گئے ہوں۔ ہاں جو فلس ہے اس کا پانے کے لئے اجارہ لینا صحیح ہے ۔ جو چیز کرایہ پر دی جاتی ہے جیسے جگہ وہ معین ہو، کرایہ لینے والا اس کو دیکھے ، یا کرایہ دینے والا اس طرح اس کی خصوصیات بیان کرے کہ کرایہ لینے والے کو اس کا پورا علم ہو جائے ، کرایہ دینے والا اس چیز کو کرایہ لینے والے کے حوالے کرنے پر قادر ہو۔ ہاں اگر کرایہ دار اس کو حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو یہ چیز کافی ہے، وہ چیز ایسی ہو کہ اس سے نفع

اٹھانے کے باوجود وہ چیز اپنی جگہ پر باقی رہے۔ اور اس چیز سے حلال نفع حاصل کیا جائے اگر کسی جگہ کو شراب بیچنے کے لئے کرایہ پر دیا جائے تو صحیح نہیں ہے، اسی طرح دوسری حرام چیزوں کے لئے جگہ کو کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے۔

سوال: کیا کرایہ کے لئے کوئی معین لفظ ہے؟

جواب: نہیں کرایہ کے لئے کوئی لفظ معین نہیں ہے، بلکہ اس کے صحیح ہونے میں ہر فعل جو کرایہ پر دلالت کرے کافی ہے، مثلاً گونگا جو بات نہیں کر سکتا اگر اس کو اشارے سے سمجھا دیا جائے کہ کس چیز کو اجارہ پر لیا جارہا ہے یا اجارہ پر دیا جارہا ہے تو پھر اس کا کرایہ پر لینا اور دینا صحیح ہے۔

سوال: کسی انسان نے کوئی گھر یا جگہ کرایہ پر لی اور مالک نے اس پر شرط لگادی کہ یہ اس کے رہنے کے لئے یا اس کے کام کرنے کے لئے اجارہ پر دی جارہی ہے۔ نہ کہ کسی دوسرے کو ایسی صورت میں کیا کرایہ دار کا حق ہے کہ وہ کسی دوسرے کو کرایہ پر دے؟

جواب: نہیں اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

سوال: اور اگر مالک (کرایہ دینے والا) یہ شرط نہ لگائے تو؟

جواب: تو پھر کرایہ دار دوسرے کو کرایہ پر دے سکتا ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ جتنے کرایہ پر لیا ہے اس سے زیادہ قیمت پر نہ دے، مگر یہ کہ اس کی مرمت یا رنگائی یا تعمیر یا کسی دوسری چیز میں اگر خرچ کیا ہو تو پھر کرایہ سے زیادہ پر دے سکتا ہے۔ یہ گھر، کشتی اور دوکان کے سلسلہ میں تھا، اور اسی طرح ان کے علاوہ دوسری چیزوں کا بھی یہی حکم ہے، کہ جن کو کرایہ پر دیا جاتا ہے جیسے کھیتی کی زمین وغیرہ۔

میرے والد نے یہ فرما کر مزید فرمایا:

جب تک کرایہ کی مدت معین نہ کرے تو کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے جو کرایہ پر گھر دے رہا ہے وہ اس کی مدت کرے اور جو کرایہ پر لے رہا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس کی مدت معین کرے۔

سوال: ذرا مجھے مثال سے سمجھائیے کہ جس کی مدت معین نہ ہو تو کیا اس کو کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے؟

جواب: اگر مالک مکان کرایہ دار سے کہے کہ میں تجھ کو اپنا یہ گھر ہر مہینہ سو دینار پر دیتا ہوں جب تک تو رہے۔ میں پس ایسی صورت میں اجارہ صحیح نہیں ہے۔ اور اسی طرح مالک کرایہ دار سے کہے کہ میں اپنی یہ جگہ فقط اس مہینہ پچاس دینار پر دیتا ہوں اور اس کے بعد جب تک تو رہے۔ اس حساب پر دیتا ہوں، اجارہ (کرایہ) فقط پہلے مہینہ کی نسبت صحیح ہے اس کے علاوہ باطل ہے یہ معاملہ کرایہ کے عنوان سے تھا اور ان صورتوں کا علاج دوسرے عناوین سے کرنا ممکن ہے مگر یہاں ان صورتوں کے بیان کرنے کا مقام نہیں ہے۔

سوال: جب مالک اپنے گھر یا جگہ کو کرایہ دار کے حوالے کردے تو؟

جواب: کرایہ دار پر اجرت کا دینا واجب ہے۔

سوال: جب کرایہ کی مدت میں گھر گر جائے اور وہ کرایہ دار کے قبضہ میں ہو تو ؟

جواب: اگر کرایہ دار نے اس کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو اور اس کے گرنے کا سبب کرایہ دار کی لاپرواہی نہ ہو تو پھر کرایہ دار ذمہ دار نہیں ہوگا۔

سوال: اگر کسی انسان نے اپنی گاڑی کسی کرایہ دار کو کرایہ پر دی ہو تو ؟

جواب: کام کی نوعیت معین کرنا واجب ہے کہ کیا اس گاڑی کو سواری کے واسطے یا ہر دو کام کے لئے اس کو کرایہ پر لیا گیا ہے اور اس طرح باقی تمام چیزوں میں اس کی منفعت کی نوعیت معین ہونی چاہئے۔

سوال: اور جب اس گاڑی کو ایسے جانور کا گوشت لے جانے کے لئے کرایہ پر لیا گیا ہو کہ جو غیر شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا ہوتا کہ جو اس کو حلال سمجھتے ہیں ان کو بیچا جائے ؟

جواب: میں نے آپ کو پہلے بتایا کہ شراب بیچنے کے لئے جگہ کو کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے یہ بھی اس طرح ہے لہٰذا ایسے کاموں کے لئے کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے۔

سوال: اگر کسی مالک نے کسی کو وکیل بنایا کہ وہ کچھ لوگوں کو کام کرنے کے لئے معین مزدوری پر لائے وکیل نے ان کو اس سے کم مزدوری پر طے کیا کہ جتنی مالک نے معین کی تھی ؟

جواب: وکیل پر زیادہ اجرت لینا حرام ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ مالک کو واپس دے۔

سوال: اگر مالک کسی کو اپنے گھر کو رنگ کرنے پر مقرر کرے اور رنگ کی نوعیت اور (کونسی قسم کا رنگ کرنا ہے) معین کرے ، اور رنگ ریز نے کسی دوسرے رنگ سے گھر کو رنگا تو کیا حکم ہے ؟

جواب: رنگ ریز اپنی اجرت کا قطعاً مستحق نہیں ہے۔

سوال: میں آپ سے پگڑی کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں ؟

جواب: پگڑی کی مختلف قسمیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب مالک اور کرایہ دار اس بات پر اجارہ کے عقد کے ضمن میں متفق ہو جائیں کہ مالک ایک معین مبلغ کرایہ دار سے لے لے اور اجارہ کی مدت ختم ہونے کے بعد کرایہ دار کو اس جگہ سے استفادہ کرنے کا حق دے اس سالانہ معین مبلغ کے مقابلے میں، یا ہر سال اس جگہ کے لئے سالانہ متعارف اجرت کے مقابلہ میں حق تصرف کرایہ دار کو دے، پس جب اس پر دونوں متفق ہو جائیں تو پھر کرایہ دار کو حق حاصل ہے کہ وہ کرایہ کی مدت کے اندر وہ جگہ اس کے پاس باقی رہے اور جس مبلغ پر اتفاق ہوا ہے اتنی رقم مالک کو دیدے اس بنا پر اس کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی تیسرے

شخص کو وہ جگہ حوالے کرکے اس کو خالی کردے ، اور اس کے مقابلہ میں ایک طے شدہ رقم اس جگہ کی حیثیت کے مطابق لے لے ، ان دونوں صورتوں میں مالک کی اجازت اور اس کی رضا شرط نہیں ہے کیونکہ مالک اور مستاجر میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اجارہ کی مدت ختم ہونے کے بعد کرایہ دار کو حق تصرف اس جگہ پر رہے گا۔

سوال: اگر ایک انسان کسی انسان کو کسی دوسرے عوض کے بغیر کسی چیز کو ہدیہ دے تو کیا شریعت اسلامی کی نظر میں اس بارے میں کچھ شرائط ہیں ؟

جواب: ہاں ہدیہ دینے والا عقل ، بلوغ ، قصد اور ہدیہ کو اپنے اختیار سے دے اس سے اس پر مجبور نہ کیا گیا ہو ، معتبر سمجھا گیا ہے کہ وہ اپنے مال پر حق تصرف رکھتا ہو ، ایسی صورت میں اس کا ہدیہ یا ہبہ صحیح ہے ، ہبہ ایک عقد ہے ، اس میں ایجاب و قبول کی ضرورت ہے ، ان دونوں میں ہر وہ چیز جو قول و فعل میں اس ایجاب و قبول پر دلالت کرے کافی ہے اور اسی طرح یہ قبضہ بھی چاہتا ہے یعنی جس کو یہ چیز ہبہ کی گئی ہے وہ اس کو لے لے ۔

سوال: اگر موہوب لہ (یعنی جس کو ہدیہ کیا گیا ہے) اس چیز کو واہب (ہبہ کرنے والے) سے نہ لے تو کیا حکم ہے ؟

جواب: وہ اپنے مالک اول کی مالکیت پر باقی رہے گی یہاں تک کہ زندگی میں موہوب لہ کے سپرد ہو جائے تو وہ اس کی ملکیت میں منتقل ہو جائے گی ۔

سوال: اگر گھر ہدیہ میں دیا گیا ہو تو اس کو قبضہ میں کس طرح لینا ممکن ہے ؟

جواب: جب ہدیہ دینے والا اپنا ہاتھ اس سے اٹھالے اور اس کو خالی کرکے موہوب لہ کے زیر تسلط دیدے تو یہ ہی کامل قبضہ میں دینا اور حوالے کرنا ہے اور یہ ہدیہ اور ہبہ صحیح ہے ۔

سوال: اگر ہبہ کے قبضہ یا حوالہ کرنے سے پہلے واہب یا موہوب لہ دونوں میں سے کوئی ایک مرجائے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب: ہدیہ اور ہبہ ہو جائے گا اور ہبہ کی ہوئی چیز ہبہ کرنے والے کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گی ۔

سوال : کبھی انسان کو ایسی ضرورت کی چیز یا گمشدہ مال ملتا ہے کہ اس کے مالک کو وہ نہیں پہچانتا پس وہ اس کو اٹھا لیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب: اس کے بارے میں مختلف حالات ہیں:

۱۔ کبھی چیز کا اٹھانے والا اس ملے ہوئے مال میں کوئی علامت نہیں پاتا یعنی کوئی ایسی چیز کہ جس کے ذریعے اس کے مالک کا پتہ ملے اور پھر وہ چیز اس وسیلہ سے اس تک پہنچا دی جائے ایسی حالت میں اٹھانے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے لئے اٹھا لے۔

۲۔ یا اس پڑے ہوئے مال میں علامت پاتا ہے اور اس کی قیمت ایک درہم شرعی سے کم ہے۔ یعنی ساڑھے ۱۲ چنے سے کم (یہ درہم چاندی کا اور سکہ دار ہو) صورت میں اٹھانے والے پر اس کے مالک کے بارے میں تحقیق اور جستجو لازم نہیں ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کو اپنے لئے لے لے بلکہ کسی فقیر کو صدقہ دے دے۔

۳۔ یا پڑے ہوئے مال میں کوئی علامت ہو اور اس کی قیمت ایک درہم یا اس سے زیادہ ہو ایسی صورت میں اٹھانے والے پر واجب ہے کہ وہ مالک کی ایک سال تک تلاش و جستجو کرے اور واجب ہے کہ اس کے مالک کو عام لوگوں کے اجتماع کی جگہوں پر تلاش کرے جیسے بازار اور عام اٹھنے بیٹھنے کی مجالس وغیرہ میں اس توقع کے ساتھ کہ اس کا ملک وہاں مل جائے گا۔

سوال: جب مالک کا کوئی پتہ نہ ملے تو؟

جواب: جب مالک نہ ملے اور یہ پڑی ہوئی چیز خانہ کعبہ (حرم مکہ) میں ملی ہو تو اس کو اس کے مالک کی طرف سے تصدق کردے اور اگر کسی دوسری جگہ ملی ہے تو اٹھانے والا ان اوامر میں سے کسی ایک امر کا مختار ہے، یا اس کی جو منفعت ہوگی وہ اس کا حق ہے یا پھر اس چیز کو مالک کی طرف سے تصدق کردے (کسی بھی حال میں وہ اس چیز کا مالک نہیں ہو سکتا)

سوال: اگر پڑی ہوئی چیز نقد رقم ہو تو؟

جواب: اگر مالک کا پہچاننا ممکن ہو بعض خصوصیات کی بنا پر جیسے اس رقم کی تعداد یا کسی ایسے خاص زمانہ یا جگہ میں ملی ہو کہ جو مالک کا پتہ دیتی ہو تو اس کا ڈھونڈنا واجب ہے۔

سوال: کوئی دعویٰ کرے کہ وہ اس کا مالک ہے؟

جواب: اگر اس کی سچائی کو جانتا ہے تو اس کو دینا واجب ہے اور جب وہ اس رقم کی کچھ صفت بیان کرے اور وہ صفت حقیقت سے مطابقت رکھتی ہو تو اس کی سچائی کا اطمینان ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں بھی اس کو دینا واجب ہے۔

سوال: آپ نے جو اطمینان کے سلسلہ میں فرمایا اگر اس کے سچا ہونے کا اطمینان حاصل نہ ہو بلکہ ظن حاصل ہو تو؟

جواب: ظن کا حاصل ہونا کافی نہیں ہے۔

سوال: یہ حکم ایسے پڑے ہوئے مال میں تھا کہ جس کا مالک معلوم نہ تھا لیکن اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے اموال، ضروری سامان اور دوسری چیزوں کو طاقت کے بل بوتے پر ظلم اور بربریت کے طور پر غصب کرلے تو؟

جواب: کسی کے مال کو غصب کرنا گناہان کبیرہ میں سے ہے، اور غاصب قیامت کے دن طرح طرح کے شدید عذاب کا مستحق ہوگا۔

نبی پاک سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

”من غصب شبرا من الارض طوقہ اللہ من سبع ارضین یوم القیامۃ“

”جو کوئی ایک بالشت زمین کو غصب کرے، خداوند کریم قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالے گا۔“

اور غاصب پر واجب ہے کہ غصب کی ہوئی چیز کو اس کے مالک کو لوٹا دے چاہے وہ گھر ہو یا نقد رقم ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

سوال: جب غاصب غصبی گھر کو اس کے مالک کو واپس کر دے تو کیا غاصب اپنے ذمہ سے بری ہو جائے گا؟

جواب: نہیں بلکہ وہ گھر کا کرایہ بھی اس کو دے گا جتنی مدت اس میں رہا ہے اور یہ کرایہ جتنا عام طور پر ہوتا ہے۔ وہ اسے دے دے۔

سوال: اگر غاصب نے اس میں رہائش بھی نہ کی ہو تب بھی وہ کرایہ دے گا؟

جواب: ہاں اس کا کرایہ دے گا چاہے وہ اس میں اس مدت میں نہ بھی رہا ہو اس لئے کہ اتنی مدت میں اس کی منفعت مالک کو حاصل نہیں ہوئی پس گویا وہ منفعت فوت ہو گئی، اس منفعت کا غاصب ضامن ہے۔

سوال: اگر انسان کسی زمین کو غصب کر کے اس میں پودے لگائے اور اس میں کھیتی کر لے تو۔

جواب: غاصب فوراً زمین سے پودے اور کھیتی کو ختم کر دے اور جتنی مدت درخت او رزراعت اس میں رہی ہے اس کا کرایہ ادا کرے، کیونکہ اتنی مدت تک زمین پر قابض رہا ہے، بلکہ اگر اس کھیتی اور پودوں کے اکھاڑنے کی بنا پر زمین میں خرابی واقع ہو گئی کہ جس کی بنا پر زمین کی قیمت میں نقص آگیا ہو تو وہ ٹھیک کرائے، یہ اس وقت ہے جب کہ مالک ان پودوں یا کھیتی کے باقی رکھنے پر مفت یا اجرت پر راضی نہ ہو، اور اگر راضی ہو تو پھر غاصب پر ان کا اکھاڑنا واجب نہیں ہے، بلکہ جائز ہے کہ ان کو باقی رکھے اور مالک کو جس طرح ہو سکے راضی کرے۔

سوال: اور جب غصب شدہ چیز تلف ہو جائے؟

جواب: تو غاصب پر واجب ہے کہ اس کی قیمت مالک کو لوٹائے اور اس چیز کے فوت شدہ منافع کی قیمت بھی ادا کرے۔

سوال: غاصب اس کا کس طرح عوض لوٹائے گا؟

جواب: غصب شدہ چیزوں کی دو قسمیں ہیں:

۱ قیمی۔

وہ ہے کہ جن چیزوں کی خصوصیات اور صفات ان کے ہم مثل نہ ہوں، بلکہ وہ خصوصیات اور صفات رغبتوں کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں۔ جیسے گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ یہ وہ نوع ہے کہ غاصب پر لازم ہے کہ ان کی قیمت کو جو تلف والے دن تھی واپس کرے۔

۲ مثلی۔

وہ ہے کہ جس کی تمام خصوصیات اور صفات ان کے ہم مثل میں برابر پائے جاتے ہوں، جیسے گیہوں، پس غاصب پر لازم ہے کہ اس جیسی جنس کو واپس کرے، اس شرط کے ساتھ کہ دی جانے والی جنس تلف ہونے والی جنس کی خصوصیات کے مانند ہو، پس خراب گیہوں اچھے گیہوں کے مقابلہ میں دینا جائز نہیں ہیں۔

سوال: اور جب آپ کسی مال کو غاصب اول سے لے کر غصب کر لیں، پھر وہ مال آپ سے تلف ہو جائے؟

جواب: مالک کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی سے بھی مثل یا قیمت یا اپنے مال کا بدل طلب کرے، چاہے پہلے غاصب سے یا دوسرے غاصب سے، لیکن اگر مالک غاصب اول سے مطالبہ کرے تو پہلے غاصب کو دوسرے غاصب سے مطالبہ کرنا چاہئے۔

سوال: جب مالک کو معلوم ہو جائے کہ میرا غصب شدہ مال فلاں غاصب کے پاس ہے تو؟

جواب: مالک کو حق حاصل ہے کہ وہ غاصب کے ہاتھ سے کسی بھی صورت سے (چاہے قوت کے ذریعہ) اس کو لے لے، میرے والد نے یہ فرما کر مزید فرمایا:

اور جب مالک کو غاصب کا مال ہاتھ لگ جائے تو مالک کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کو غصب شدہ مال کے بدلے لے جب کہ وہ قیمت میں غصب شدہ مال کے مساوی ہو۔

سوال: اور جب غاصب کا مال غصب شدہ مال کی قیمت سے زیادہ ہو تو؟

جواب: غصب شدہ مال کا مالک اس غاصب کے مال سے اتنا لے لے کہ اس کی قیمت غصب شدہ مال کے برابر ہو کہ جو اس کا حق ہے۔

سوال: آج کی گفتگو کے اختتام پر میں آپ سے خصوصی سوال کرنا چاہتا ہوں؟

جواب: کہیئے۔

سوال: میں نے کئی بار آپ کو صدقہ دیتے ہوئے دیکھا ہے؟

جواب: ہاں لیکن تم نے کس طرح مجھے صدقہ دیتے ہوئے دیکھا حالانکہ میں اس طرح صدقہ دیتا ہوں کہ کوئی مجھے نہ دیکھے یہ مستحب صدقہ، جب تم اس کو پوشیدہ دو گے تو یہ اس سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے اس کو دو۔ آپ کے چوتھے امام زین العابدین علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:۔

"صدقۃ السر تطفئ غضب الرب"

"پوشیدہ صدقہ دینا پروردگار کے غضب کو دور کر دیتا ہے"

سوال: صدقہ میں کیا چیز معتبر ہے ؟

جواب: صدقہ میں قربۃً الی اللہ معتبر ہے۔

سوال: کیا اس کا کوئی وقت معین ہے ؟

جواب: نہیں ، بلکہ صدقہ صبح کے وقت دینا مستحب ہے اس لئے کہ صبح کے وقت صدقہ دینا اس روز کے شر کو دفع کرتا ہے اور اسی طرح رات کے شروع میں صدقہ دینا مستحب ہے کیونکہ شروع رات میں صدقہ دینا رات کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

معلیٰ بن حنیس کہتے ہیں کہ ایک رات امام جعفر صادق علیہ السلام گھر سے باہر نکلے اس وقت بارش ہو رہی تھی اور آپ کا ارادہ ظلۃ بنی ساعدہ (ایک مقام و محلہ کا نام) کی طرف جانے کا تھا، پس میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا۔ راستہ میں کوئی چیز آپ کے پاس سے گر گئی تو آپ نے فرمایا

”بسم اللہ اللھم رد علینا “

پالنے والے اس گری ہوئی چیز کو ہم کو واپس دے دے ،

تو معلیٰ کہتے ہیں میں آگے بڑھا آپ کو سلام کیا۔

آپ نے فرمایا :

تم معلیٰ؟

میں نے کہا:

ہاں ، میں آپ پر فدا ہو جاؤں ۔

تو آپ نے مجھ سے فرمایا ذرا اپنا ہاتھ بڑھاؤ اگر تمہیں کوئی چیز ملے تو مجھے دیدو۔

معلیٰ کہتے ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا تھا جب میں نے اٹھا کر آپ کو دیا آپ نے اس کو روٹی کی تھیلی میں رکھا، جب میں نے روٹی کی تھیلی کو دیکھا تو میں نے کہا آپ پر فدا ہو جاؤں کیا اس کو آپ سے لے کر میں اٹھا لوں ؟

تو آپ نے فرمایا :

میں اس کا تم سے بہتر حق دار ہوں ، لیکن تم میرے ساتھ آؤ ،

معلیٰ کہتے ہیں :

ہم ظلۃ بنی ساعدہ آئے تو وہاں ہم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سو رہے تھے ،تو آپ نے ایک ایک روٹی ان کے کپڑوں کے نیچے رکھ دی ،یہاں تک کہ آخری شخص کے پاس پہنچ گئے پھر ہم پلٹے تو میں نے عرض کیا:

آپ پر قربان ہو جاؤں کیا یہ لوگ بات جانتے ہیں (یعنی جانتے ہیں کہ) آپ روٹیاں دے کر جاتے ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جب پیدا کیا تو اس کا ایک خزانہ بنایا، اور وہ شئ اس کے مخزن میں ہے سوائے صدقہ کے، کہ اس کو خود بغیر خزانہ کے پیدا کیا۔

اور میرے والد جب بھی صدقہ دیتے تھے تو اس کو سائل کے ہاتھ پر رکھ کر اٹھا لیتے، پھر اس کو بوسہ دیتے اور سونگھتے پھر سائل کو دیدیتے کیونکہ صدقہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پہنچتا ہے"

سوال: میں اس قصہ سے سمجھ گیا کہ صدقہ ایک عظیم فضیلت رکھتا ہے؟

جواب: ہاں متواتر اخبارات واحادیث میں صدقہ کے لئے ترغیب دلائی گئی ہے، پس وارد ہوا ہے کہ صدقہ مریض کی دوا ہے، اس سے بلا دور ہوتی ہے، اور کاموں کی درستگی ہوتی ہے۔ صدقہ کے ذریعہ نزول رزق اور اس کے ذریعہ قرض کی ادائیگی اور مال میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور وہ بری موت اور بری بیماری سے روکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ برائیوں کے ستر دروازوں کو بند کرتا ہے، لیکن صدقہ کی اس فضیلت کے بر خلاف اپنے اہل و عیال کی زندگی کو وسعت بخشنا، غیروں کو صدقہ دینے سے افضل ہے، اس طرح اپنے قریبی محتاج رشتہ دار کو صدقہ دینا ہے۔

سوال: نسبی رشتہ دار؟

جواب: ہاں نسبی رشتہ دار اور صدقہ سے افضل قرض دینا ہے، ہاں جیسا کہ پہلے ایک روایت کو بیان کیا جا چکا ہے کہ صدقہ سے افضل قرض دینا ہے۔

ذبح اور شکار کے سلسلہ میں گفتگو

میں آپ سے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا کہ جب اس گفتگو کا وقت آیا کہ جس کا نام ذبح و شکار ہے، میرے دل میں اس چیز کے سننے سے کوئی خوف پیدا نہ ہوا اور نہ کوئی چیز اثر انداز ہوئی۔

میں نے گمان کیا تھا کہ آج میں اس (ذبیحۃ۔ذبح) سے اس قساوت قلبی کو سنوں گا کہ جو ذبح کی بنا پر ذبح کرنے والے کے دل میں مذبوح کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن میرے دل میں اچانک خیال آیا کہ کیا تو نے اس نرمی و ملائمت کو نہ سنا کہ جو شریعت اسلامی کی طرف سے حیوان کے ذبح کرنے والے کو تلقین ہوئی ہے وہ اپنے اس حیوان کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ تمام اہتمام حتیٰ حیوان کے سامنے اس کو ڈرانا اور خوف دلانا یا اس میں جوش و خروش پیدا کرنا۔ شریعت اسلامی نے حیوان کے ذبح کرنے والے کو اس پر ترغیب دی ہے کہ وہ ان چیزوں کو انجام نہ دے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ تمام ترغیب اس بنا پر ہے کہ حیوان کو تکلیف اور ایذاء نہ پہنچے۔ شریعت اسلامی نے ذبح کرنے والے کو ان چیزوں پر عمل کرنے کی دعوت دی ہے۔

میں اپنے ذہن میں انھیں افکار پر غور کر رہا تھا اور انہیں افکار کے مقابل میں اپنے ذہن میں ان صورتوں کا قیاس کر رہا تھا کہ جو حیوان کے لئے خوف واذیت کا سبب ہیں اور اسی کے ساتھ میں اپنے والد کی طرف کان لگائے ہوئے تھا کہ جو حیوان کے ذبح کرنے کے مستحبات کو مجھ سے بیان کر رہے تھے۔ میرے والد نے فرمایا حیوان کے ذبح کرنے والے پر مستحب ہے کہ وہ حیوان کو مذبح خانہ کی طرف نرمی اور محبت کے ساتھ لے جائے۔ اور ذبح کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ ذبح سے پہلے اس کو پانی پلائے۔ اور مستحب ہے کہ وہ حیوان کو ہتھیار نہ دکھائے اور مستحب ہے کہ ذبح کرنے والا ذبح کرنے میں اتنی جلدی کرے کہ حیوان آسانی کے ساتھ ذبح ہو جائے۔ دوسری جگہ لیجانے کے لئے حرکت نہ دے کہ وہ مرجائے اور دوسرے حیوان کے سامنے ذبح کرنا مکروہ ہے۔ اور پالتو حیوان کا ذبح کرنا مکروہ ہے اور روح نکلنے سے پہلے اس کی کھال نکالنا مکروہ ہے۔ میرے والد نے یہ فرماکر تبرکاً ایک حدیث کو پڑھا جو نبی پاک سے مروی ہے اس حدیث میں وارد ہوا ہے:

”ان اللہ تعالی شانہ کتب علیکم الاحسان فی کل شئی فا ذا قتلتم فا حسنو القتلة، و اذا ذبحتم فا حسنو ا الذبحة و لیحد احد کم شفر تہ،و لیرح ذبیحتہ“

”اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کو ہر ایک چیز میں قرار دیا ہے جب تم قتل کرو تو قتل میں احسان کرو اور جب تم ذبح کرو تو ذبح میں احسان کرو اور اپنی چھری کو اتنا تیز رکھو تاکہ وہ جلد ذبح کردے“

سوال: لیکن میں نہیں جانتا کہ حیوان کو کس طرح ذبح کروں؟

جواب: جب تم ذبح کرنا چاہو تو اس کی تمام گردن کی چاروں بڑی رگوں کو کاٹ دو (ان کو اوداج اربعہ کہا جاتا ہے)

سوال: اوداج اربعہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ چار رگیں ہیں ”مری“ کھانے کی نلی ”حلقوم“ سانس لینے کی نالی اور دوجان کہ یہ دو رگیں ہیں کہ جو مری اور حلقوم کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

سوال: ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کیجئے؟

جواب: جو ذبح کے ماہرین ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر تم اوداج اربعہ کو قطع کرو تو تم (جوزہ) سر کے سمت پہنچ جاؤ گے اگر تم اس کا کچھ حصہ جسم میں پاؤ تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم نے اوداج اربعہ کو مکمل طور پر قطع نہیں کیا کیونکہ جوزہ حلقوم اور مری کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور جوزہ کے اوپر نہ حلقوم ہے نہ مری۔

سوال: اس کے معنی یہ ہوئے کہ جب میں ذبح کروں تو جوزہ کے نیچے سے کاٹوں نہ کہ اس کے اوپر سے؟

جواب: اسی طرح جوزہ کے نیچے سے کاٹوں تاکہ جوزہ جسم میں نہ رہے۔

سوال : اگر میں نے غلطی سے جوزہ کے اوپر سے کاٹا، نہ کہ اس کے نیچے سے پھر میں اپنی خطا سے آگاہ ہوا تو میں ذبیحہ کے مرنے سے پہلے اس کو جوزہ کے نیچے سے کاٹ سکتا ہوں ؟

جواب : ہاں تمہارے لئے جائز ہے ۔ اور چوپاؤں میں اونٹ مخصوص طور پر نحر کیا جاتا ہے، نہ کہ ذبح کیا جاتا ہے ۔

سوال : اونٹ کو کس طرح نحر کرتے ہیں ؟

جواب : جب تم اونٹ کو نحر کرنا چاہو ۔ چھری یا نیزہ یا اور کوئی لوہے کا تیز ہتھیار اس کے لبہ میں داخل کردو۔

سوال : لبہ کیا ہے ؟

جواب : لبہ وہ گہری جگہ ہے کہ جو سینہ سے اوپر واقع ہے اور گردن سے ملی ہوتی ہے ۔

سوال : اب میں نے پہچان لیا کہ کس طرح بھیڑ، بکری گائے ، مرغ اور کبوتر وغیرہ کو ذبح کرتے ہیں اور اونٹ کا نحر کرنا بھی معلوم ہو گیا ؟

جواب : جب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ حیوانات مثل بھیڑ، بکری گائے ، مرغ اور کبوتر وغیرہ کو کس طرح ذبح کرنا چاہئے ہو تو اس بناپر ان حیوانات کا گوشت تم پر حلال ہو گیا پس ضروری ہے کہ حیوانات کے ذبح کرنے میں چند شرطیں ہیں ان کو بھی یاد کر لو اور وہ یہ ہیں:

(۱) ذبح کرنے والا مسلمان ہو ، مرد ہو ، یا عورت ، یا بچہ میز ہو ، پس کافر کا ذبیحہ حلال نہیں ہے (یہاں تک کہ اہل کتاب کا ذبیحہ بھی حلال نہیں)

(۲) حتی الامکان ذبح کرنے والے کے پاس لوہے کا ہتھیار ہو اگر لوہے کی چیز نہ ہو تو پھر تانبا ، پیتل یا شیشہ یا پتھر کی تیز چیز سے اس طرح ذبح کرے کہ جو چاروں رگوں کو کاٹ دے ۔

سوال : اسٹیل کی بنی چھریوں سے ذبح کرنا کیسا ہے؟

جواب : اسٹیل (کروم) کا بنتا ہے اور ایک دوسرا مادہ لوہے کے علاوہ ہوتا ہے ۔ پس اس سے ذبح کرنا اشکال ہے ۔

(۳) ذبیحہ (حیوان) قبلہ رخ ہونا چاہئے اور جب وہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو تو بدن کا اگلا حصہ چہرہ ، دونوں ہاتھ ، پیر اور پیٹ قبلہ کے رخ ہو نگے جیسے نماز کی حالت میں انسان قبلہ رخ کھڑا یا بیٹھا ہے ۔ لیکن اگر ذبیحہ زمین پر لیٹا ہوا ہو تو قبلہ کی طرف اس کا پیٹ اور نرخرہ ہو گا۔

سوال : اگر ذبح کے وقت ذبیحہ قبلہ کی طرف نہ ہو تو ؟

جواب : جان بوجھ کر حرام ہے ۔

سوال : اگر جان بوجھ کر نہ ہوا ہو تو ؟

جواب : اگر ذبیحہ کا قبلہ کی طرف نہ ہونا خطا اور نسیان کا سبب ہو ، یا اس کو قبلہ کی سمت معلوم نہ ، یا ذبیحہ کو قبلہ کی طرف نہ کر سکتا ہو ، یا اصلاً جانتا نہ ہو کہ قبلہ کی سمت کرنا ذبح کے شرائط میں سے ایک شرط ہے کہ جس کی بنا پر ذبیحہ کا گوشت کھانا حلال ہے۔ جب ان اسباب میں سے کوئی سبب ہو تو پھر ذبیحہ حرام نہ ہو گا۔

(۴) ذبح کرتے وقت نام خدا کا ذکر کرے ، چاہے یہ ذکر ذبح کے وقت ہو یا ذبح سے پہلے ہو لیکن عرفاً متصل ہو۔

سوال : نام خدا میں کیا کہنا چاہیئے ؟

جواب : بسم اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہہ دینا کافی ہے ۔

سوال : اگر ذبح کرنے والا خدا کا نام لینا بھول جائے تو ۔

جواب : ذبیحہ حرام نہ ہو گا۔

سوال : میں بعض قصابوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ ذبح کرتے وقت ذبیحہ کا سر کاٹ دیتے ہیں؟

جواب : تم ان سے کہو (ذبیحہ کے سر کو عمداً جدا نہ کرو اور حرام مغز کو اس کی روح نکلنے سے پہلے نہ نکالیں ۔) حرام مغز ایک سفید دھاگہ کے مثل ہے جو ریڑھ کی ہڈی میں گردن سے لے کر کمر تک ہوتی ہے ۔

(۵) خون ذبیحہ عادت کے مطابق (جتنا خون نکلنا چاہے) نکل جائے ، ذبیحہ حلال نہ ہو گا جب تک کہ اس سے خون نہ نکلے یا خون نکلے مگر اتنا کم کہ جتنا اس جیسے حیوان سے نکلتا ہے یا تو رگوں میں خون کا انجماد ہونے کی بنا پر یا پہلے زخم لگنے پر خون ریزی کی وجہ سے خون میں کمی آگئی تو یہ چیز اس حلیت میں ضرر نہ پہنچائے گی (یعنی وہ حلال ہے)

یہی شرائط ذبیحہ میں واجب ہیں ، میرے والد نے فرمایا:

باقی رہ گئی ایک خاص حالت کہ جس کی طرف اشارہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جب ہم شک کریں کہ حیوان ذبح کے وقت زندہ تھا یا نہیں تو جو شرائط پہلے ذکر کئے گئے ہیں ، اسی کے ساتھ یہ شرط ہے کہ ذبح کے بعد حیوان حرکت کرے چاہے وہ حرکت تھوڑی ہی کیوں نہ ہو جیسے دم کا ہلانا یا پیر کا ہلانا یا آنکھوں کی پتلیوں وغیرہ کو پھیرانا تاکہ اس کا کھانا ہمارے لئے حلال ہو جائے۔

سوال : اور اگر ہمیں معلوم ہو کہ ذبح کے وقت وہ زندہ تھا ؟

جواب : تو پھر اس وقت اس کی حرکت کی احتیاج نہیں۔

سوال : آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اونٹ کا نحر کرنا واجب ہے تو کیا نحر کے علاوہ اس کے گوشت کے کھانے کی حلیت میں اور بھی کچھ شرائط ہیں ؟

جواب: جو شرائط ذبح کرنے والے میں ہیں وہ نحر کرنے والے میں بھی ہیں دیکھئے جو نحر کے اوزار میں شرائط ہیں وہی ذبح کے اوزار میں بھی شرائط ہیں۔ دیکھئے اونٹ نحر کرتے وقت اس کا قبلہ رخ کرنا ذکر خدا کرنا اور نحر کے وقت زندہ ہونا چاہئے اور نحر کے بعد اس سے عادت کے مطابق خون نکلنا چاہئے۔

سوال: وہ جنین (بچہ) جو حیوان کے پیٹ میں ہے؟

جواب: جب بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے زندہ باہر نکلے تو اس کا حکم اس کی ماں کا حکم ہے، ذبح کیا جائے یا نحر کیا جائے۔

سوال: اگر مرا ہوا نکلے تو؟

جواب: جب اس کی ماں کو ذبح کیا جائے یا نحر کیا جائے ان پچھلی شرائط کے مطابق جو بیان کی گئی ہیں پس اگر اس کا بچہ اندر مرجائے، اور اس کی خلقت کامل ہو چکی ہو، اس کے بال اگ گئے ہوں تو اس کا گوشت حلال ہے۔ لیکن اس کے نکالنے میں اتنی تاخیر ہو کہ وہ مرجائے تو پھر اس کا گوشت حلال نہیں ہے۔

سوال: اگر اس کی ماں ذبح کئے بغیر یا نحر کئے بغیر مرجائے اور اس کا بچہ اس کے پیٹ میں مرجائے تو؟

جواب: اس کا گوشت حرام ہے۔

میرے والد نے فرمایا ذکر کئے ہوئے شرائط اگر حیوان کے ذبح یا نحر کرنے میں جمع ہو جائیں تو ہم اس کو "مذکیٰ" کہیں گے۔ پس وہ شریعت اسلامیہ کے قواعد و اصول کی بنا پر ذبح کیا ہوا ہے۔

میرے والد نے تشریح کرتے ہوئے مزید فرمایا: بعض حیوانات وہ ہیں کہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً بھیڑ، بکری گائے، وغیرہ اور بعض وہ ہیں کہ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا مثلاً چیتا، بھیڑیا، لومڑی اور گدھا وغیرہ اور بعض حشرات ایسے ہیں کہ جو زمین کے اندر رہتے ہیں۔ اور بعض حیوانات نجس ہیں وہ کبھی پاک نہیں ہوتے جیسے کتا و سور وغیرہ۔ تمام حلال گوشت حیوانات کا تذکیہ ہوتا ہے پس جب ان کا تذکیہ ہوتا ہے تو پھر وہ پاک اور ان کا گوشت کھانا حلال ہو جاتا ہے اور ان نجس حیوانات کا تذکیہ نہیں ہوتا حو کبھی پاک نہیں ہوتے جیسے کتا اور سور وغیرہ

سوال: اور حیوانات کہ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا مثلاً لومڑی، شیر اور گدھا وغیرہ ان کا تذکیہ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: ان کا بھی اسی طرح تذکیہ ہوتا ہے سوائے حشرات کے۔ حشرات وہ چھوٹے جانور ہیں کہ جو زمین میں رہتے ہیں جیسے لال بیگ، چوہا، ان کا تذکیہ نہیں ہوتا لیکن ان حشرات کے علاوہ جن کا تذکیہ ہوتا ہے ان کا گوشت اور کھال اس تذکیہ کے ذریعہ پاک ہو جاتا ہے۔ پس اس وقت ان کی کھال مختلف چیزوں کے استعمال میں جائز ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان سے گھی روغن اور پانی کے برتن بھی بنائے جائیں جیسا ہمارے اجداد بناتے تھے تو یہ چیزیں ان برتنوں سے مل کر نجس نہیں ہوں گی، اگرچہ وہ چیزیں تری دار ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ ان حیوانات کا تذکیہ ہو گیا ہے۔

سوال : اگر ہم کسی مسلمان کے ہاتھ میں ان حیوانات میں کسی حیوان کا گوشت یا کھال پائیں کہ جو قابل تذکیہ ہیں یا ان کا لباس یا فرش دیکھیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ چیزیں تذکیہ کئے ہوئے جانوروں کی ہیں یا غیر تذکیہ جانور کی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : تم جب بھی مسلمان کے پاس کوئی چیز دیکھو تو کہو یہ مذکی ہے جب کہ اس چیز میں تصرف تذکیہ کا تقاضہ کرتا ہو۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تم پر ثابت ہے کہو کہ غیر مذکی ہے ، میرے والد نے مزید فرمایا کہ مثلاً جب تم کسی مسلمان کے ہاتھ میں کوئی چیز بیچتے ہوئے پاؤ اور یہ چیز پہلے کافر کے پاس تھی اور احتمال یہ ہو کہ اس کا تذکیہ متحقق ہو چکا ہے تو تم کہو (انہ مذکی) یہ تذکیہ شدہ ہے اور اگر ایسا ثابت نہ ہو تو وہ غیر مذکی ہے۔

تم غور سے ان چیزوں کو سنو وہ یہ ہیں کہ جب تم کو معلوم ہو کہ مسلمان نے کسی کافر سے اس کے تذکیہ کی تحقیق کے بغیر لی ہیں اور تم کو اس کے تذکیہ کا احتمال ہو پس تم کو چاہئے کہ اس پر طہارت کی بناء رکھیں اگرچہ یہ تمہارے لئے ان چیزوں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے ، جس کے لئے تذکیہ شرط ہے۔ جیسے کھانا اور اسی طرح کا گوشت اور کھالیں وغیرہ کہ جو خود کافر سے لی جاتی ہیں۔

سوال : آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم کسی ایسے حیوان کا گوشت یا کھال (جو قابل تذکیہ ہیں) کسی مسلمان کے ہاتھ میں پاؤ اور تم کو معلوم نہ ہو کہ یہ مذکی ہے یا نہیں ؟ تو تم کہو کہ ”یہ مذکی“ ہے۔ تا وقتی کہ تم پر ثابت نہ ہو جائے کہ یہ مذکی 'نہیں ہے ، کیا ایسا نہیں ہے ؟

جواب : ہاں !ایسا ہی ہے۔

سوال : جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں مختلف مذاہب اور فرقے ہیں ؟

جواب : ہاں تم کہو کہ یہ مذکی ہے اب چاہے یہ مسلمان تمہارے مذہب کے موافق ہو یا مخالف ۔

سوال : مذاہب اسلامیہ یا اسلامیہ فرقوں میں اکثر ایسے ہیں کہ جو آپ نے تذکیہ کی شرائط بیان کی ہیں وہ ان شرائط کو نہیں مانتے مثلاً کوئی فرقہ استقبال قبلہ کی شرط کو نہیں مانتا، اور ذکر خدا کا قائل نہیں ہے اور نہ اس شرط کو مانتا ہے ، کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا چاروں رگوں (اوداج اربعہ)کے کاٹنے کی شرط کو نہیں مانتا؟

جواب: میں جانتا ہوں اور یہ کوئی اہم چیز نہیں ہے کہ تم کہو یہ مذکی ہے جب تك اس کا تصرف حیوان مذکی کے گوشت اور کھال میں ہو اور تمہیں احتمال ہو کہ یہ انہیں شرائط کے مطابق مذکی ہے کہ جو ذکر کئے گئے ہیں اگرچہ وہ خود ان شرائط کے لازم ہونے کا معتقد نہ ہو بلکہ اگر تمہیں یقین ہو کہ یہ استقبال قبلہ کی شرط کی رعایت نہیں کرتا اس ذبیحہ کی حلیت میں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا ،اگرچہ استقبال قبلہ کی شرط کے لازم ہونے کا اعتقاد نہ بھی رکھتا ہو۔

سوال : وہ حیوانات جو اسلامی ممالك میں مشین کے ذریعہ ذبح کئے جاتے ہیں ؟

جواب: اگر ان میں ذبح کی تمام ذکر شدہ شرائط پائی جاتی ہوں تو وہ (مذکوۃ)تذکیہ کیئے ہوئے ہیں ۔ پس جب مشین کی دھار دار چھری کی حرکت کا سبب خود کام کرنے والا ہویا مشین کا معین بٹن مسلمان دبائے کہ جس کی بنا پر وہ دھار دار اوزار متحرک ہو اور خدا کا نام ذبیحوں پر لے اور ذبیحہ کا گوشت کھانا حلال ہے کہ جس طرح ہاتھ سے ذبح کرنے میں تمام شرائط کی موجودگی میں حلال ہوتا ہے۔

سوال: مچھلیاں اور مچھلیوں کے تذکیہ کے بارے میں آپ نے بیان نہیں کیا؟

جواب: مچھلیوں کا تذکیہ اور اسی کے ساتھ ان کے گوشت کھانے کی حلیت دوسرے حیوانات کے تذکیہ سے جو بیان کیا گیا ہے جدا ہے ۔ مچھلی کا تذکیہ یہ ہے کہ اس کو پانی سے زندہ پکڑ کر نکالا جائے یا اس کو ہاتھ سے پانی کے اندر شکار کیا جائے ؟؟؟؟؟یا اس کو زندہ پکڑ کر نکالا جائے یا جال یا اس کو کانٹے کے ذریعے پکڑا جائے یا مچھلی پانی میں ہو اور تم اس کو پکڑ لو تو اس کا تذکیہ ہو گیا یا وہ اچھل کر خود بخود ساحل پر آجائے اور تم اس کو زندہ پکڑ لو تو یہ اس کا تذکیہ ہے اور اسی طرح کی دوسری مثالیں فرض کرو۔

سوال: اگر مچھلی زمین پر اچھل کر آجائے اور اس کو کوئی نہ پکڑے یہاں تک کہ مر جائے تو ؟

جواب: اس کا گوشت کھانا حرام ہے مزید یہ کہ تم نے کسی مچھلی کو زندہ زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھا اور تم نہیں جانتے کہ اس کو کسی انسان نے پکڑ کر پانی سے نکالا ہے اور نہ تم نے اس کو اپنے قبضہ میں لیا یہاں تک کہ وہ مر جائے تم پر اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

سوال: اور ذکر خدا کرنا بھی شرط ہے ؟ اگر کسی نے مچھلی پکڑتے وقت نام خدا نہیں لیا تو ؟

جواب: مچھلی کے تذکیہ میں خدا کا نام لینا شرط نہیں ہے۔

سوال: کیا یہ بھی شرط ہے کہ مسلمان اس کو زندہ شکار کرے ؟

جواب: نہیں، مچھلی کے تذکیہ میں شرط نہیں کہ اس کو کسی مسلمان نے زندہ پکڑا ہو ۔

سوال: اس کے معنی یہ ہوئے کہ جب کافر مچھلی کو زندہ پانی سے نکالے تو اس کا کھانا جائز ہے ؟

جواب: ہاں اس کا کھانا جائز ہے کافر اور مسلمان میں یہاں فرق نہیں ہے۔

سوال: اور جب کسی مسلمان کے ہاتھ میں مچھلی کو دیکھوں کہ وہ اس کو بیچ رہا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس نے اس کو زندہ پانی سے نکالا ہے کہ میرے لئے اس کا کھانا حلال ہو جائے یا پانی سے مری ہوئی نکالی ہے پس کیا میرے لئے اس کا کھانا حلال نہیں ؟

جواب: تم جب تک کسی مسلمان کے ہاتھ میں دیکھوں تو کہو یہ مذکی ہے اور اس مسلمان کا اس پر تصرف کرنا اس کے تذکیہ پر دلالت کرتا ہے مثلاً کھانے کے لئے بیچ رہا ہے یا دوسری ایسی چیزوں کے لئے بیچ رہا ہے کہ جس میں تذکیہ ضروری ہے۔

سوال : اور کسی کافر کے ہاتھ میں دیکھوں اور معلوم نہ ہو کہ اس کافر نے اس مچھلی کو پانی سے باہر نکالا تو مری ہوئی تھی یا زندہ ، کیا میں اس کو تذکیہ شدہ سمجھوں یا غیر تذکیہ شدہ ؟

جواب : تم کہو کہ یہ غیر تذکیہ شدہ ہے ۔

مزید یہ کہ اگر تم کو کوئی بتائے کہ یہ تذکیہ شدہ ہے تو اس کا گوشت کھانا تمہارے لئے حلال نہیں ہے مگر یہ کہ تم کو معلوم ہو کہ اس نے پانی سے اس کے مرنے سے پہلے نکالا ہے یا پانی سے باہر پکڑا ہے حالانکہ وہ زندہ تھی یا جال میں داخل ہو کر مری ہے یا اس کا رکاوٹ میں آکر مری ہے کہ جو مچھلی پکڑنے کے لئے بنائی گئی تھی ۔

سوال : اگر شکاری پانی میں زہر ملادے مچھلی اس کو کھا کر بیہوش ہو جائے اور تیرنے سے مجبور ہو کر پانی پر ظاہر ہو جائے ؟

جواب : جب تم نے اس کو زندہ پکڑ لیا تو اس کا گوشت کھانا تمہارے لئے جائز ہے لیکن اگر اس سے پہلے مر جائے تو حرام ہو جائے گی ۔

سوال : اگر شکاری مچھلی پکڑنے کے واسطے کوئی رکاوٹ کھڑی کردے یا جال ڈال دے پھر پانی اس جال یا رکاوٹ کا سوکھ جائے یا کم ہو جائے جزر یا کسی دوسرے اور سبب سے اور وہ مچھلی اس میں کر جائے ؟

جواب : اس کا گوشت کھانا تم پر حلال ہے ۔

سوال : شکاری مچھلی کو پانی سے زندہ نکالتا ہے پھر اس کا پیٹ چیرتا ہے یا اس کے سر پر چوٹ مارتا ہے اور وہ مرجاتی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : اس کا گوشت تمہارے لئے کھانا حلال ہے اس لئے کہ یہ شرط نہیں ہے کہ مچھلی پانی سے زندہ نکلے اور وہ کو دمرے پس تمہارے لئے اس کا گوشت کھانا حلال ہے چاہے اس کو ٹکڑے کر کے یا بھون کر یا کسی اور طریقہ سے مارا جائے۔

سوال : اس سے جو خون خارج ہوتا ہے کیا اس کے بھوننے سے پہلے اس کا پاک کرنا ضروری ہے۔

جواب: مچھلی کا خون پاک ہے۔

سوال : میں نے اپنے والد سے کہا آپ نے مچھلی کے شکار کے بارے میں گفتگو کی لیکن حیوانات وحشی (جنگلی) کے بارے میں کچھ نہیں بتایا مثلاً ہرن کا شکار جب کہ بندوق سے کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب: حیوان وحشی (جنگلی) کے شکار میں شرط ہے کہ اس حیوان کا گوشت کھانا حلال ہو جیسے ہرن اور پرندے اور نیل گائے اور جنگلی گدھے وغیرہ کا شکار جب کہ بندوق سے کیا جائے یا دوسرے اسلحہ سے تو اس میں چند شرائط ہیں جب کہ وہ پائی جائیں تو ان کا گوشت پاک اور اسکا کھانا حلال ہے ۔ جیسے کہ ذبیحہ کا گوشت پاک اور حلال ہے ۔

اس کے پاک ہونے کی شرائط یہ ہیں :۔

(۱)شکاری مسلمان یا اس کے حکم میں ہو جیسے ممیز بچہ جیسا کہ ذبح کرنے کی شرائط میں اس کا بیان ہو چکا ہے ۔

(۲)جب شکاری اسلحہ استعمال کرے تو اس کی نیت شکار کی ہو پس اگر وہ بندوق چلائے ، اور وہ غلطی سے کسی حیوان کے لگ جائے اور وہ اتفاقاً مر جائے تو وہ حلال نہ ہو گا ۔

(۳)شکاری اسلحہ کے استعمال کے وقت خدا کا نام لے یا نشانہ لگنے سے پہلے خدا کا نام لے اور خدا کا نام لینے میں (اللہ اکبر)یا(بسم اللہ) (الحمدللہ) کہنا کافی ہے۔

(۴)شکار اسلحہ کے استعمال کے سبب مر جائے یا شکاری اس کو زندہ پائے مگر اس کے تذکیہ کا وقت وسیع نہ ہو (جیسے ہی شکاری پہنچے) شکار دم توڑدے تو حلال ہے اور اگر شکار زندہ ہو اور اس کے ذبح کا وقت باقی ہو اور وہ اس کو ذبح نہ کرے ا اور وہ مر جائے تو وہ کھانا حلال نہیں ہے ۔

(۵)بندوق کے شکار میں واجب ہے کہ گولی اتنی تیز ہو کہ وہ حیوان کے بدن میں اس طرح پیوست ہو جائے کہ اس کے بدن کو چیر دے تاکہ حیوان کی موت اس گولی کے بدن میں پیوست ہونے اور اس کے چیر دینے کے سبب سے ہو تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے ورنہ نہیں۔

سوال : جب حلال گوشت جنگلی جانور مثل ہرن یا پرندے کا شکار شکاری کتے سے کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : اس کے شکار کے بعد اس کا کھانا حلال و پاک ہے جب کہ اس میں نیچے بیان کی ہوئی شرطیں پائی جائیں:

(۱) کتا اس طرح تربیت یافتہ ہو کہ جب شکاری اس کو شکار کے لئے بھیجے تو جائے اور جب اسے روکے تو رک جائے۔

(۲) مالک اس شکار کے لئے بھیجے پس اگر خود شکار کے لئے جائے اور مالک اس کو نہ بھیجے تو یہ کافی نہیں ہے۔

(۳) جو کتے کو شکار کے لئے بھیج رہا ہے وہ مسلمان ہو جیسا کہ ذبح کے شرائط میں بیان ہو چکا۔

(۴) کتے کو شکار پر بھیجتے وقت خدا کا نام لے اور (اللہ اکبر)(الحمدللہ)(بسم اللہ) کہنا کافی ہے۔

(۶) شکاری کتے کا مالک شکار کی موت کے بعد پہنچے یا ایسے وقت پہنچے کہ اس کی حیات کچھ ہی دیر کے لئے ہو ذبح کرنے کا وقت نہ ہو پس اگر شکاری شکار کو زندہ پائے اور اس کے ذبح کرنے کا وقت بھی ہو اور وہ ذبح نہ کرے اور مر جائے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے ،اور اسی طرح اگر وہ پہنچنے میں تاخیر کرے اور وہ اس کے پہنچنے سے پہلے مر جائے یا ایسے وقت پہنچے کہ ذبح کا وقت تنگ ہو تو وہ حلال نہیں ہے۔

سوال : جب باز یا عقاب کسی جانور کا شکار کریں تو ؟

جواب : ان کا کھانا جائز نہیں ہے، صرف شکاری تربیت یافتہ کتے کے شکار کا گوشت کھانا حلال ہے، کتے نے حیوان کے جس حصہ کو پکڑا تھا وہ نجس ہے اس کا پاک کرنا واجب ہے اور پاک کرنے سے پہلے حیوان کا کھانا جائز نہیں ہے۔

سوال : کبھی شکاری پرندہ سے شکار کیا جاتا ہے اس نے کسی حیوان کا شکار کیا اور اس کے مالک نے اس کے شکار کو زندہ پا لیا اور اس نے اس کو ذبح کر لیا تو ؟

جواب : اس کے شکاری نے اگر اس کا تذکیہ شریعت اسلامی کے اصول اور بیان کی ہوئی شرائط کے مطابق کیا تو اس کا کھانا حلال ہے ۔

سوال : میں آپ سے کبھی کبھی سنتا رہتا ہوں کہ آپ ”الحیوان غیر ماکول اللحم“(یعنی وہ حیوان کہ جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا)یا ”الحیوان ماکول اللحم“ وہ حیوان کہ جس کا گوشت کھایا جاتا ہے جملے استعمال کرتے ہیں ۔ پس کیا ایسے بھی جانور ہیں کہ جن کا گوشت کھانا ہمیشہ کے لئے حرام ہے ؟

جواب : ہاں ایسے بھی حیوانات ہیں کہ جن کا گوشت کھانا ہمیشہ کے لئے حرام ہے یہ کہہ کر میرے والد تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوئے ۔ گویا کسی چیز کے بارے میں سوچ رہے ہوں ۔ پھر انہوں نے یہ کہتے ہوئے اپنے سر کو اٹھایا کہ میں تمہارے لئے بطور کامل ان حیوانات کے بارے میں کہ جن کا گوشت کھانا حلال ہے اور جن کا گوشت کھانا حرام ہے۔ ان میں جو اہم ہیں ان کو بیان کروں گا تاکہ وہ تم پر واضح ہو جائیں میرے والد نے فرمایا جن حیوانات میں ، مرغ اور اس کی تمام اقسام اور بھیڑ، بکری ، اونٹ، گائے، گدھا، گھوڑا ، خچر اور پہاڑی بکرا جنگلی گدھا ، نیل گائے ، ہرن کا گوشت کھانا حلال ہے۔

ان میں کچھ مکروہ ہیں اور ان کا گوشت کھانا حرام نہیں ہے وہ گھوڑا ، خچر ، اور گدھا ہے اور پنجہ دار حیوان مثلاً شیر ، لومڑی و غیرہ کا گوشت کھانا حرام ہے اسی طرح خرگوش ہاتھی بندر ریچھ ، اور اسی طرح سانپ ، چوہا ، لال بیگ جو حشرات الارض کہلاتے ہیں حرام ہیں۔

نعوذ باللہ انسان نے اگر کسی حیوان سے وطی کی ہو تو اس حیوان کا گوشت کھانا حرام ہے (اور وطی کرنے کے بعد اس کا دودھ اور اس سے پیدا ہونے والی نسل کا گوشت کھانا بھی حرام ہے)اور یہاں وطی سے مراد انسان کا حیوان کے ساتھ جنسی فعل انجام دینا ہے۔ پس اگر وہ حیوان کہ جس سے وطی کی گئی ہے اگر اس کا گوشت کھایا جاتا ہو مثلاً اونٹنی ، گائے، بھیڑ، بکری و غیرہ تو پہلے اس کا ذبح کرنا واجب ہے پھر اس کا جلا ڈالنا واجب ہے ، اور وطی کرنے والا جبکہ اس کا مالک نہ ہو تو اس کی قیمت اس کے مالک کو ادا کرے۔ اور اگر وطی کیا جانے والا حیوان ایسا ہے کہ جس کا مقصد صرف اس پر سواری ہے جیسے گھوڑا ، گدھا ، خچر تو انہیں اس شہر سے باہر لے جا کر دوسرے شہر میں بیچ دیا جائے گا اور اگر وطی کرنے والا مالک کے علاوہ ہے تے اس کی قیمت مالک کو دی جائے گی اور میرے والد نے مزید فرمایا کہ دریائی جانوروں میں مچھلی کی تمام اقسام کا گوشت تمہارے لئے حلال ہے مگر اس شرط کے ساتھ کی مچھلی چھلکے دار ہو ۔ اور پانی پر تیرنے والی مری ہوئی مچھلی حرام ہے۔ اسی طرح دوسرے دریائی حیوانات کا

کھانا سوائے مچھلی کے جو ذکر ہوئے ہیں حرام ہے اور خصوصاً جری، زمیر، مارماہی اور سلحفاۃ (جو بغیر چھلکے کی مچھلیوں کے نام ہیں) اور مینڈک، کیکڑا حرام ہے۔؟؟؟؟؟

سوال: اور روبیان مچھلی کا گوشت؟

جواب: حلال ہے کیونکہ اس پر چھلکا ہے۔ اور میرے والد نے اس کے فوراً بعد فرمایا:

پرندوں میں سے تمام اقسام کے کبوتر اور تمام اقسام کی چڑیوں کا گوشت بلبل، سار، چکور، شترمرغ، مور، ہدہد، ابابیل کا گوشت حلال ہے (اور تمہارے اوپر کوؤں کی تمام اقسام کا گوشت حرام ہے اسی طرح شہد کی مکھی اور دوسرے اڑنے والے حشرات سوائے ٹڈی کے حرام ہیں) اور ایسے پرندے کہ جن کے پنجے باز و شاہین کی طرح ہوں حرام ہے۔ اور ہر وہ پرندے کہ جس کے پر پھڑپھڑانے سے زیادہ صاف اور ہموار ہوں یعنی جو پرندہ اڑتے وقت اپنے پروں کو حرکت نہ دیتا ہو اور اس کے پھڑپھڑانے سے زیادہ کھلتے رہتے ہوں ان کا گوشت حرام ہے۔

سوال: جن کے اڑنے کی کیفیت معلوم نہ ہو تو؟

جواب: جب کہ ان پرندوں میں حوصلہ یا قانصہ یا صیصیہ ہو تو تم ان پرندوں کے گوشت کو حلیت سے تعبیر کرو پس ان تین چیزوں میں سے ایک چیز بھی پائی گئی تو ان کا گوشت کھانا حلال ہے اور اگر نہ پائی جائے تو حلال نہیں ہے۔

حوصلہ:

(پوٹہ) وہ کہ جس میں کھانے کے دانے وغیرہ جمع ہوتے ہیں اور حلق کے نزدیک ہوتا ہے۔

قانصہ:

(سنگ دانہ) وہ ہے کہ جس میں وہ سخت کنکریاں جمع ہو جاتی ہیں کہ جن کو پرندہ کھا لیتا ہے۔

صیصیہ:

وہ ہے کہ جو پرندہ کے پاؤں کے پیچھے کانٹا ہوتا ہے۔

سوال: بعض قصابوں کو دیکھا ہے کہ وہ ذبیحہ کے بعد گوشت کو کاٹتے ہیں تو وہ کچھ چیزوں کو نکال کر پھینک دیتے ہیں؟

جواب: ہاں ذبیحہ کی نیچے بیان کی جانے والی چیزوں کو نہ کھاؤ:

خون، گوبر، عضو تناسل، پیشاب و پاخانہ کا مقام، بچہ دانی، تمام مختلف قسم کے غدود، خصیہ، وہ چیز جو چنوں کے دانوں کے مانند مغز میں ہوتی ہیں، حرام مغز، پتہ / تلی / مثانہ، آنکھ کا ڈھیلہ (وہ پٹھے جو ریڑھ کی ہڈی کے دونوں طرف ہوتے ہیں) یہ تمام چیزیں پرندوں کے علاوہ دوسرے ذبیحہ میں بھی حرام ہیں لیکن پرندوں کے ذبیحہ میں اس کا خون حرام ہے، ہاں اگر یہ دوسری چیزیں بھی جو ذکر ہوئی ہیں ان میں پائی گئیں تو ان سے اجتناب کرو۔

میرے والد صاحب نے جب ان حرام چیزوں کی تعداد کو بتا کر ختم کیا تو وہ خاموش ہو گئے اور میں نے اپنے دل میں کہا ہم ذبیحہ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں کہ اس کی کیا چیز حلال اور کیا چیز حرام ہے تو میں نے ان سے سوال کیوں نہ کیا کہ ذبیحہ کے علاوہ بھی کچھ چیزیں ہیں کہ جن کا کھانا حرام ہے، پھر میں نے ان سے کیوں نہ سوال کیا کہ ہماری بحث کھانے کے بارے میں ہے وہ چیزیں کیا ہیں کہ جو کھانے میں مستحبات ہیں۔

میں اپنے ذہن میں انھیں چیزوں کو سوچ رہا تھا کہ میرے والد نے فرمایا کہ تھوڑا موضوع سے خارج ہو کر دو سوالوں کے بارے میں، میں کچھ پوچھوں۔ پہلا سوال کیا کچھ اور بھی چیزیں ہیں جو حرام میں شامل ہیں؟ دوسرا سوال ہر روز کھانے کے دستر خوان پر تین وقت بیٹھتے ہیں کیا کھانے میں کچھ مستحبات ہیں؟ میرے والد مسکرائے، گویا ان کو کوئی چیز یاد آئی پھر انہوں نے اپنی اس نشست میں یہ کہتے ہوئے ذکر کیا پہلے میں پہلے سوال کا جواب دوں گا پھر دوسرے سوال کا جواب دونگا۔ ہاں یہاں دوسری بھی چیزیں ہیں جو حرام ہیں اور ان کا ہماری اس گفتگو میں ذکر نہیں ہوا، ان میں سے جو دو اہم چیزیں ہیں میں خاص طور پر ان کا ذکر کروں گا اور وہ دونوں یہ ہیں۔

(۱) شراب کا پینا حرام ہے اور دوسرے مسکرات کا بھی۔ اسی میں (بیر) جو کی شراب بھی شامل ہے۔ شراب کے پینے کی حرمت پر قرآن مجید میں خداوند عالم کا ارشاد ہے:

”انما الخمر و المیسر و الا نصاب والا زلام رجس من عمل الشیطان فا جتنبوه“

(شراب، جوا، جمے ہوئے بت، شیطان کے ناپاک کام ہیں لہذا ان سے پرہیز کرو)

بعض حدیثوں میں اس کو گناہ کبیرہ بتایا گیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”الخمر ام الخبائث وراس کل شر الی آخر الحدیث“

(شراب تمام خباثتوں کی ماں اور ہر شر کی ابتداء ہے ۔۔۔۔۔) اور اس سے بھی زیادہ اور کیا ہو گا کہ تمہارا اس دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا حرام ہے کہ جس پر شراب پی جاتی ہو یا کوئی بھی نشہ آور چیز استعمال ہوتی ہو (بلکہ تمہارا اس دستر خوان پر بیٹھنا حرام ہے)۔

(۲) ہر وہ چیز کہ جو انسان کو ضرر پہنچاتی ہو ایسا ضرر کہ جو بہت زیادہ ہو جیسے ہلاکت و غیرہ جیسے قاتل قسم کے زہر اور ان کی طرح دوسری چیزیں یہ تمہارے پہلے سوال متعلق تھا۔

لیکن تمہارے دوسرے سوال سے متعلق "کھانے کے مستحبات "ہیں پس کھانے کے مستحبات ہیں لیکن کیا تم کو اس کے بیان کی ضرورت ہے ؟

سوال : ذرا ان میں سے کچھ کو گنوائیے؟

جواب : سنو:

(۱) دونوں ہاتھوں کا کھانے سے پہلے دھونا۔

(۲) کھانے کی ابتدا بسم اللہ سے کرنا۔

(۳) داہنے ہاتھ سے کھانا۔

(۴) خوب چبا کر کھانا۔

(۵) چھوٹا لقمہ اٹھانا۔

(۶) دستر خوان پر دیر تک بیٹھنا اور کھانے میں طول دینا۔

(۷) نمک سے کھانے کی ابتدا اور اختتام کرنا۔

(۸) کھانے سے پہلے پھلوں کا دھونا۔

(۹) جب تک بھوک نہ لگے اس وقت تک نہ کھانا۔

(۱۰) گرم کھانا نہ کھانا۔

(۱۱) کھانے اور پانی میں نہ پھونکنا۔

(۱۲) جو پھل چھلکے سمیت کھائے جاتے ہیں ان کا چھلکا نہ اتارنا۔

(۱۳) پھل کو اس کے کامل کھانے سے پہلے نہ پھینکنا۔

(۱۴) کھاتے وقت لوگوں کے چہروں پر نگاہ نہ کرنا۔

(۱۵) میزبان کا مہمان سے پہلے کھانا شروع کرنا اور سب کے بعد ختم کرنا۔

(۱۶) روغنی کھانوں پر پانی نہ پینا۔

(۱۷) اپنے سامنے سے کھانا کھانا اور دوسروں کے سامنے سے نہ کھانا۔

(۱۸) پیٹ بھر کر کھانا نہ کھانا۔

(۱۹) روٹی کو چھری سے نہ کاٹنا۔

(۲۰) برتن کے نیچے روٹی نہ رکھنا۔

اور بھی بہت سے مستحبات ہیں کہ جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

نکاح کے بارے میں گفتگو

میرے والد نے فرمایا کہ ہمیں اپنے پڑوسی ابو علی کے گھر میں جشن عقد نکاح کے سلسلے میں شرکت کی دعوت ہے اور ضروری ہے کہ ہم آئندہ جمعہ کے دن شام کو تقریباً پانچ بجے اپنے محترم پڑوسی کی اس مبارک تقریب میں شرکت کرنے کے لئے آمادہ رہیں۔

سوال: یہ عقد نکاح کس کا ہے؟

جواب: یہ عقد ان کے فرزند علی کا ہے۔

سوال: لیکن ابھی تک علی کے اندر جوانی کے آثار کہاں پیدا ہوئے ان کی عمر ابھی بیس سال کی ہے اور شادی کے قابل نہیں ہوئے ہیں؟

جواب: اس کی عمر بیس سال کی ہے اور تم کہتے ہو ابھی ان کی شادی کا وقت نہیں پہنچا ہے وہ تو اب عنفوان شباب میں ہے اور اس کی جسمانی اور عقلی قوتیں بام عروج پر ہیں اور اسی وقت کی جنسی قوتیں بھی ابھرتی ہیں۔ میرے والد صاحب نے مزید فرمایا کہ جب اس جیسی عمر میں فعل اور حرکت کا دباؤ بڑھتا ہے تو اس وقت مناسب ہے کہ اس ابھرتی ہوئی جوانی میں شادی کر دی جائے تاکہ نفس فعل حرام میں مبتلا ہونے سے بچ جائے۔ پس نفس امارہ برائی کی طرف مائل کرتا ہے جیسا کہ قرآن کی اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

”وما ابری نفسی ان النفس لا مارة بالسوء الا مارحم ربی ان ربی غفو ررحیم“

میں اپنے نفس کو بدی سے بری نہیں کرتا کیونکہ نفس برائی کی طرف مائل کرنے والا ہے، مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے، بیشک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔

اور جب میں نے جنسی دباؤ کے بارے میں سنا تو میں شرمندہ ہو گیا کیونکہ میرے ہم سن نوجوان جنس کے بارے میں بات کرنے یا سننے سے شرم محسوس کرتے ہیں اس کے باوجود کہ انھیں اس کے بارے میں کچھ سننے اور بات کرنے کا شوق ہوتا ہے۔

جب میرے والد نے شرم و حیا کی علامات میرے چہرے پر ملاحظہ کیں تو مجھ سے سوال کیا کہ کیا تم شرمندہ ہو؟ میں نے جواب دیا ہاں کیونکہ جنسی بات کرنا شرم آور ہے۔

انہوں نے فرمایا: خواہشات جنسی کا دباؤ یہ ایک دوسری شرم والی بات ہے کیا ایسا نہیں ہے۔ میں نے کہا ہاں۔

انہوں نے فرمایا: لیکن ایک بائیلوجی کی ضرورت ہے کہ اس سے اس بات کی نشاندھی ہوتی ہے کہ ہر انسان کمال کی طرف گامزن ہے۔ خواہشات جنسی، غذا، پانی اور ان دونوں کے علاوہ ان چیزوں کی مانند ہے جن کی جسم کو ضرورت ہے۔ پس جس طرح تم بھوک کے دباؤ میں آکر کھانا کھاؤ گے اور پیاس کے دباؤ میں آکر پانی پیوگے اسی طرح جنسی دباؤ میں آکر شادی کروگے۔

سوال: لیکن علی کیا جوان ہو گیا ہے؟

جواب: کب انسان پر شادی کرنا واجب ہوتا ہے۔

سوال: آپ نے جو فرمایا کہ کب شادی کرنا واجب ہوتا ہے تو کیا آپ کی مراد اس سے وجوب شرعی ہے؟

جواب: ہاں اس وقت شرعاً واجب ہوتا ہے جب انسان اس جنسی دباؤ پر قابو نہ پا سکے اور اپنے نفس کو فعل حرام سے نہ روک سکے۔

علی شجاع ہے اسی بنا پر اس وقت اس کی شادی کا پروگرام طے کیا گیا ہے اور وہ عالم شباب میں ہے۔ ہاں وہ شجاع ہے۔ وہ جری ہے اس نے اپنی جنسی حاجت کے دباؤ کو محسوس کیا اور جنسی دباؤ اور اضطراب و بیقراری اور تحریک نے علی کے اندر اثر پیدا کیا اور اس کے والد پر یہ راز کھل گیا۔ لہذا ان کی توجہ اس کی شادی کی طرف مبذول ہوئی تاکہ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول پر عمل کرکے اس کا نصف دین بچا سکیں۔

"من تزوج فقد احرز نصف دینه فلیتق الله فی نصف الآخر"

"جس نے شادی کی تو گویا اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کرلیا، اب وہ اپنے آدھے دین کے بارے میں اللہ سے ڈرے"

اس کے فوراً بعد میرے والد نے مزید فرمایا:

شادی کرنا اللہ کے نزدیک ایک محبوب عمل ہے۔

خداوندے عالم نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

"ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها و جعل بینکم مودة ورحمة"

"اور اس کی نشانیوں میں سے بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت و رحمت قرار دی ہے۔

"هو الذی خلقکم من نفس واحدة و جعل منها زوجها لیسکن الیها"

"اور خدا وہ ہے کہ جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے جوڑا بنایا تاکہ اس سے تسکین حاصل کرو۔"

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے جد رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اسلام میں شادی کے علاوہ کوئی ایسی بنیاد نہیں جو خدا کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہو۔

نبی اکرم نے فرمایا:

"تزوجوا و زوجوا" تم شادی کرو اور شادی کراؤ۔

امام علی علیہ السلام سے ایک حدیث ہمارے لئے نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

”تزوجوا فان التزويج سنة رسول الله فانه كان يقول من كان يحب ان يتبع سنتى فان سنتى التزويج“

”شادی کرو کیونکہ شادی کرنا رسول اللہ کی سنت ہے گویا آپ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے میری سنت کی پیروی کرے تو بیشک میری سنت شادی ہے“

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

”من اخلاق الانبياء حب النساء“

(اخلاق انبیاء میں سے ایک یہ ہے کہ وہ عوتوں سے محبت کرتے تھے) انھیں حضرت سے مروی ہے کہ:

”ركعتان يصليهما المتزوج افضل من سبعين ركعة يصليها اعزب“

”شادی شدہ انسان کی دو رکعت نماز بغیر شادی شدہ انسان کی ستر نماز سے افضل ہے“ اور امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ فرمایا:

”ما احب ان لى الدنيا و ما فيها و انى بت ليلة وليست لى زوجة“

”اگر دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب کا سب مجھے مل جائے یہ مجھے پسند نہیں ہے کہ میں ایک رات اس حال میں بسر کروں کہ جس میں میری کوئی زوجہ نہ ہو“

اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے:

”روز قیامت خدا کے عرش کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا تو اس کے سائے سے تین قسم کے لوگ بہرہ مند ہوں گے، ایک وہ کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی شادی کرائی ہو، دوسرے وہ کہ جس نے کسی مسلمان کی خدمت کی ہو، اور تیسرے وہ کہ جس نے کسی مسلمان کے راز کو پوشیدہ رکھا ہو“

اور بھی بہت سی احادیث ہیں جو شادی کے مستحب ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور مرد و عورت کے کنوارے پن کے مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

سوال: آپ نے فرمایا عورت اور مرد کے لئے کیا عورت کے لئے بھی!!

جواب: ہاں! مرد و عورت دونوں کے لئے کنوارہ پن مکروہ ہے۔ بہت سی احادیث ایسی ہیں جو عورت کو شادی کرنے کی دعوت دیتی ہیں اور اس پر رغبت دلاتی ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے نفوس کو شادی کرنے سے نہ بچائیں، بلکہ اکثر احادیث اس بات کی طرف دعوت دیتی ہیں کہ لڑکی کی شادی کرنے میں جلدی کرو اس میں تاخیر نہ کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا :

”من برکة المراة سرعة تزویجها “

”برکت والی عورت وہ ہے جس کی جلدی شادی ہو جائے “

سوال : شادی میں جلدی کرنا اچھا اور بہتر ہے لیکن ابا جان شادی کرنا بہت سخت ہے ، ایک جوان کہاں سے اتنا مال لائے کہ شادی کرے اور شادی کے لئے یہ چاہیئے وہ چاہیئے ؟

جواب: اسلام شادی میں کم خرچ کرنے اور اس میں کم زحمات اٹھانے کی دعوت دیتا ہے ۔

سوال : کیا اسلام کم زحمتوں کی دعوت دیتا ہے ؟

جواب : ہاں اسلام شادی میں کم زحمات اور تکلفات اٹھانے کی دعوت دیتا ہے ۔

سوال : حق مہر کی مقدار تو اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ جس کی بہت سے لوگ شکایت کرتے ہیں؟

جواب: کم حق مہر مستحب ہے اور زیادہ لینا مکروہ ہے۔

سوال : آپ فرماتے ہیں ؟ کیا زیادہ حق مہر لینا مکروہ ہے ؟

جواب: ہاں زیادہ حق مہر لینا مکروہ ہے اور کم مہر مستحب ہے نبی کریم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

”افضل نساء امتی اصبحهن وجها و اقلهن مهرا“

”میری امت کی عورتوں میں افضل ترین وہ ہیں کہ جن کا حق مہر کم ہو ۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا میرے والد بزرگوار کے سامنے کچھ نحوستوں کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

منحوس وہ عورت ہے جس کا حق مہر زیادہ ہو اور رحم بانجھ ہو!

دوسری احادیث شریفہ میں بھی اسی طرح وارد ہوا ہے کہ:

”من برکة المراة قلة مهرها و من شومها کثرة مهرها“

”عورت کی برکت یہ ہے کہ اس کا حق مہر کم ہو اور اس کی نحوست یہ ہے کہ اس کا مہر زیادہ ہو “

میرے والد بزرگوار نے فرمایا اور وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے کہ جیسے وہ کسی اہم چیز کو یاد کررہے ہوں اور انہوں نے اپنے بیان میں یہ کہتے ہوئے اضافہ فرمایا کہ:

نبی کریم ﷺ نے جب اپنی بیٹی صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کا عقد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہمراہ بہت تھوڑے حق مہر اور زرہ حطیمیہ پر کیا حالانکہ وہ عالمین کی عورتوں کی سردار تھی ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے علی کی تزویج زرہ حطیمیہ پر کی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے فرش کی صفت یوں بیان کی ہے کہ فاطمہ کا فرش بکرے کی کھال کا تھا اسی کو بچھاتے تھی اور اس پر دونوں سوتے تھے ۔

میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ ایک نوجوان کے پاس اتنے مادی وسائل کہاں ہیں کہ وہ شادی کے بعد اپنے گھر کے نظام کو چلاسکے ؟ کیا یہ مشکل نہیں ہے ؟یا ہم یہ کہیں کہ شادی کے بعد فقر و غربت کا خوف کھا رہا ہے ؟ یا اس سے خوف دامن گیر رہتا ہے کہ شادی کے بعد گھر کے اخراجات پورے نہ ہو سکیں گے؟

میرے والد صاحب نے فرمایا :

خدا وند عالم نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

’’وانكحو االا يا مى منكم والصا لحين من عبادكم و اما ئكم ان يكو نو افقراء يغنهم الله من فضله والله واسع عليم ‘‘

’’اور تم میں جو مرد اور عورت بغیر شادی کے ہوں اور تمہاری کنیزیں اور غلام کے نکاح کے قائل ہیں ان کا نکاح کردو ، اگر وہ محتاج ہوں گے تو خداوندعالم ان کو غنی کردے گا ۔ اور وہ صاحب و سعت و علم ہے ‘‘

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں اس طرح مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

’’من تر ک التزويج مخا لفة العيلة فقد اساء الظن بالله‘‘

’’جو اپنے اہل و عیال کے اخراجات کے خوف سے شادی نہ کرے بتحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوئے ظن پیدا کیا ‘‘

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

’’وان يكونو ا فقر اء يغنهم الله من فضله‘‘

’’اگر وہ محتاج ہوں گے تو خدا اپنے فضل سے انہیں غنی بنا دے گا‘‘

میں نے عرض کیا کہ یہ مشکلات معاشرہ میں با اثر و صاحب حیثیت اور بد اندیش لوگوں نے پیدا کی ہیں۔ ‘‘

خلا صہ یہ کہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی اسی شخص سے کرتے ہیں کہ جس کے پاس مال و دو لت دیکھتے ہیں اور اسی کو اپنی لڑکی کے لائق سمجھتے ہیں ، لیکن جو لڑکی کے مناسب ہو اس کا اقدام نہیں کرتے ، جس کے نتیجہ میں بہت سی لڑکیاں بغیر شادی کے رہ جا تی ہیں۔

میرے والد نے فرمایا چھوڑو اس بحث کو میں آپ سے لائق اور مناسب شوہر کے بارے میں اسلام کا نظریہ اس خط کی روشنی میں بیان کرتا ہوں جو کسی نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں تحریر کیا اور امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

مروی ہے کہ علی ابن اسباط نے امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس اپنی لڑکیوں کے بارے میں تحریر کیا کہ وہ کسی کو ان کے مثل نہیں پاتا امام علیہ السلام نے اس کے جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا:

میں جانتا ہوں کہ جو کچھ تم نے اپنی لڑکیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ تم کسی کو ان کے مثل نہیں پاتے ہو پس خدا تم پر رحم کرے تم اس بارے میں غورو خوض کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی آئے اور تم اس کے اخلاق اور دین کے بارے میں راضی ہو تو تم اس کی شادی کردو اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں عظیم فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔

میرے والد نے اس طرح مجھے غور فکر میں ڈالدیا اور اور معاشرہ کے برے رسم و رواج اور ان کی تقلید پر نقد و جرح کرنے لگا، کہ جو مختلف زبانوں میں برائیوں کو جنم دیتے ہیں اور ہمارے معاشرے میں ان کی جڑیں مضبوط بن گئی ہیں۔

لہذا اسلام شادی میں کم خرچ اور مختصر زحمت اٹھانے کی ہمیں ترغیب دیتا ہے، لیکن معاشرے میں اس کی مخالفت ہوتی ہے۔ اسلام ہمیں کم مہر رکھنے کی دعوت دیتا ہے اور معاشرہ کا رسم رواج اس کے مخالف ہے اور اسلام کہتا ہے کہ شادی کرو اور فقر سے نہ ڈرو۔ اور ہم اس کے مخالف ہیں اسلام نے ایک اچھے اور مناسب شوہر کا معیار دین اور اخلاق قرار دیا ہے، لیکن معاشرہ نے اس کا ایک دوسرا معیار بنا دیا کہ جس میں سب سے پہلے ثروت اور معاشرے میں اس کا جاہ و مقام ہے۔

اور جب پانچ بجنے کے قریب ہوئے تو میں اور میرے والد ہم دونوں اپنے پڑوسی ابو علی کے گھر جانے اور جشن عقد میں شرکت کرنے کے لئے متوجہ ہوئے۔ اب میں آپ سے جشن عقد نکاح کے بارے میں کچھ بیان کرتا ہوں۔

مہمانوں کے استقبال کا ہال مبارک باد دینے والے مدعوین سے بھرا ہوا تھا۔ بہترین اور چمکتے لباس آنکھوں میں خیرگی پیدا کررہے تھے، بیٹھنے والوں کی آنکھوں سے مسرت و خوشی کے آثار جھلک رہے تھے، ہال کی روشنی کی سفید شعاعیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں، ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اسی دوران سفید بنفشوی رنگ کے پھولوں کے گلدستوں سے نکلنے والی عطر آگین خوشبو نے پورے ہال کی فضا کو معطر بنا دیا۔

علی دولہا بن کر ہال میں سب سے آگے آگے اندر کے بند دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پہلومیں سید مہیب الطلعہ تھے کہ جن کے چہرے سے نیکی، خوبی، اچھائی اور بزرگی و وقار کے آثار نمایاں تھے۔ اس بڑے ہال کی چیخ و پکار ان کی ہیبت سے خاموشی میں بدل گئی۔ اسی دوران سید مہیب کی گرج دار آواز نے اس خاموشی کو توڑا اور وہ اس بند دروازے کے پیچھے دلہن سے ہم کلام ہوئے۔ قرآن مجید کی چند آیات کریمہ اور احادیث شریفہ پڑھنے کے بعد فرمایا، فاطمہ کیا تم راضی ہو کہ میں تمہارا وکیل بن کر تمہارا عقد علی بن محمد کے ساتھ پانچ سو درہم نقد پر پڑھ دوں؟ اگر تم اس پر راضی ہو تو کہو کہ تم میرے وکیل ہو۔ دلہن نے آہستہ آواز میں جواب دیا۔ شرم و حیا کی بنا پر کسی نے اس کی آواز کو (تم میرے وکیل ہو) کہتے ہوئے نہ سنا اور جیسے ہی دلہن

نے کہا ”آپ میرے وکیل ہیں“ ویسے ہی شربت کے گلاس کے ٹکرانے کی آواز ایسے سنائی دینے لگی جیسے مسلسل گھنٹی بج رہی ہو۔ جس کی بنا پر کچھ ٹکرا کر اور کچھ گر کر پھوٹنے لگے اور لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ ظاہر ہو گئی اور سید بزرگوار علی کی طرف منہ کر کے فرمانے لگے۔

”زوجتک موکلتی فاطمة بنت احمد علی مهر قدره خمسمائة ،درهم نقدا“

”میں اپنی موکلہ فاطمہ بنت احمد کا عقد پانسو درہم نقد حق مہر کے عوض سے کیا ہے۔ پس دولہا نے بلا فاصلہ اس کا جواب دیا۔

”قبلت التزویج“ میں نے اس عقد کو قبول کیا۔

سوال: اے ابا جان یہ اتنا کم حق مہر کیوں ہے؟

جواب: یہ حق مہر سنت ہے اور جو نبی کی امت کی مومن عورتیں ہوتی ہیں ان کا حق مہر ہی سنت نبوی کے مطابق ۵۰۰ درہم چاندی کے برابر ہوتا ہے اور یہ بہت معمولی ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہے۔

سوال: کیا فاطمہ دلہن کو حق ہے کہ وہ اپنا عقد خود بغیر عقد خواں کے پڑھ سکے؟

جواب: ہاں شوہر و زوجہ دونوں کو حق ہے کہ بغیر کسی واسطے کے وہ اپنا عقد خود پڑھ سکتے ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک کو یا دونوں کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو اپنی نیابت میں وکیل بنائیں تاکہ وہ عقد جاری کرے اور ایجاب و قبول کی مطابقت کو ترجیح دے۔

سوال: کیسے (یہ ترجیح دے)؟

جواب: مثلاً جب زوجہ کہے ”زوجتك نفسي“ تو اس کے بعد فوراً شوہر کہے ”قبلت التزويج“ اور ”قبلت النكاح“ نہ کہے۔ یہ اس وقت ہے جب عقد دائمی ہو۔

سوال: کیا عقد دائمی غیر دائمی بھی ہوتا ہے؟

جواب: ہاں عقد غیر دائمی بھی ہوتا ہے کہ جس میں مدت اور حق مہر دونوں معین ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک دن، ایک مہینہ، ایک سال یا اسی طرح اور دن بھی معین کر سکتے ہیں۔ اس حد تک معین کر سکتے ہیں کہ عادةً عام طور پر ان میں کسی کی عمر سے مدت زیادہ نہ ہو اور مرد و عورت دونوں کو اسی طرح مکمل اختیار ہے کہ جس طرح عقد دائمی میں ہے کہ وہ دونوں اپنا عقد خود پڑھ سکتے ہیں یا کسی کو عقد جاری کرنے پر نائب بھی بنا سکتے ہیں۔

پس اگر ممکن ہو دونوں اپنا عقد خود پڑھیں تو پہلے عورت مرد سے کہے مثلاً

”زوجتك نفسي مدة سنة بمأة دينا“ مرد فوراً کہے ”قبلت التزويج“ تو عقد صحیح ہے

سوال: اور جب یہ عقد تمام ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کے تمام ہونے کے بعد عورت بیوی بن جاتی ہے اور اپنے شوہر پر حلال ہو جاتی ہے، اتنی مدت تک کہ جتنی مدت کا ذکر عقد میں ہوا ہے، اس کے علاوہ دونوں کے درمیان میراث تقسیم نہ ہو گی، شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہوگا اور نہ اس کا رات گزارنا اس کے پاس واجب ہو گا، پس جب مدت تمام ہو جائے گی تو وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی جب کہ عقد دائمی میں عورت تا حیات اپنے شوہر پر حلال رہتی ہے اگر اس کو طلاق نہ دے، عقد کے لئے کچھ شرائط ہیں۔

سوال: وہ کیا ہیں؟

جواب: والد صاحب نے فرمایا کہ وہ یہ ہیں۔

(۱) عقد میں ایجاب اور قبول دونوں الفاظ کی صورت میں ہوں، صرف زوجین کا شادی پر راضی اور متفق ہونا کافی نہیں ہے چاہے عقد دائمی ہو یا غیر دائمی اسی طرح تحریر لکھ دینا بھی کافی نہیں ہے۔ اور صیغہ عقد کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

(۲) صیغہ کے اجراء میں قصد انشاء کا ہونا ضروری ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مرد و عورت یا ان کے وکیل نکاح کا قصد کریں۔ اس طرح زوجہ کہے "زوجتك نفسي" اور قصد کرے کہ وہ اس کی زوجیت کو قبول کر رہی ہے اسی طرح دونوں کے وکیل قصد کریں۔

(۳) عورت و مرد حقیقت میں رضا مند ہوں اور اس میں اہم امر یہ ہے کہ مرد اور عورت کی شادی پر قلبی رضایت ہو۔

سوال: کبھی عورت راضی ہوتی ہے لیکن حیاء اور شرم کی بنا پر وہ بظاہر راضی نہیں ہوتی؟

جواب جب کہ اس کی واقعی رضایت ضروری ہے تو کافی ہے اور اس کا ظاہری رضایت نہ دینا ضروری نہیں ہے۔

(۴) شوہر اور زوجہ کا معین ہونا اس طرح ضروری ہے کہ وہ دونوں نام یا صفت یا اشارے کے ذریعے معلوم اور مشخص ہوں یا اگر کوئی مرد یہ کہے "زوجتك احدى بناتي" یعنی میں نے اپنی لڑکیوں میں سے کسی ایک کے ہمراہ تیرا عقد کیا ہے اور لڑکی کو معین نہ کرے تو یہ عقد صحیح نہیں ہے۔

(۵) حتی الامکان عقد عربی میں پڑھے۔

سوال: اور اگر عربی میں ممکن نہ ہو؟

جواب: دوسری زبانوں میں عقد جاری کر سکتا ہے اور جہاں تک ممکن ہو ایسے الفاظ استعمال کرے جو عربی الفاظ سے ملتے جلتے ہوں ورنہ کسی ایسے شخص کو وکیل بنائیں کہ جو عربی زبان میں صیغہ جاری کر سکے۔

(۶) عقد پڑھنے والا بالغ و عاقل ہو۔

میرے والد نے فرمایا! جب یہ تمام شرائط پوری ہو جائیں تو اس وقت عقد صحیح ہو جاتا ہے اور عقد کے بعد زوجہ شوہر پر مباشرت کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔

سوال: کیا رخصتی سے پہلے بھی مباشرت حلال ہے ؟

جواب: ہاں! عقد کے ذریعہ زوجہ شوہر پر حلال ہوتی ہے ۔ لیکن اس سے پہلے تمہارے لئے جاننا ضروری ہے کہ بالغ رشیدہ اور باکرہ عورت کا عقد اس کے باپ یا دادا کی اجازت کے ساتھ صحیح ہے (اگرچہ وہ اپنی زندگی میں مستقل ہی کیوں نہ ہو)

سوال: جو باکرہ نہیں ہے اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب: اس کو حق ہے کہ وہ اپنا عقد خود کرے وہ اپنی زندگی میں مستقل طور پر دخل رکھتی ہے ۔

سوال: اگر کسی مرد نے کسی عورت سے اس بنا پر عقد کیا کہ وہ باکرہ ہے لیکن شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ باکرہ نہیں ہے ؟

جواب تو وہ مرد عقد فسخ کر سکتا ہے ۔

سوال: اگر وہ عقد فسخ نہ کرے ، تو کیا کیا جائے گا؟

جواب: ایسی صورت میں اس کا حق مہر اتنا کم کردیا جائے گا کہ جتنا باکرہ اور غیر باکرہ میں نسبت کم ہوتی ہے ۔

سوال: کیا مرد کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جس عورت سے چاہے عقد کرے ؟

جواب: ہاں جو عورتیں اس پر حرام ہیں ان کے علاوہ اسے یہ حق ہے کہ وہ جس عورت سے چاہے عقد کرے ۔ جن عورتوں سے عقد حرام ہے وہ مندجہ ذیل ہیں:

(۱) اس کی ماں ۔ دادی اور نانی ۔

(۲) بیٹی اور اس کے بیٹے کی بیٹیاں ۔

(۳) اس کی بہن اور بہن کی بیٹیاں اور آگے ان کی بیٹیاں ۔

(۴) اپنے بھائی کی بیٹیاں اور آگے ان کی بیٹیاں ۔

(۵) اس کی پھوپھیاں اور خالائیں ۔

(۶) اپنی بیوی کی ماں (ساس) اور بیوی کی دادی ، نانی اگرچہ اس نے اپنی زوجہ سے ہم بستری بھی نہ کی ہو تو بھی یہ عورتیں حرام ہو جاتی ہیں ۔

(۷) جس عورت سے ہم بستری کی ہو تو اس کی لڑکی ۔ (دوسرے شوہر سے)

(۸) اپنے باپ کی زوجہ اور اس کی دادی ، نانی ۔

(۹) اپنے لڑکے کی بیوی اور اس کے بچوں کے بچے

(۱۰) اپنی زوجہ کی بہن جب تک اس کی بہن اس کے عقد میں ہے کیونکہ دونوں بہنوں کا ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہے ۔

سوال: اگر کسی کی بیوی مر جائے تو کیا وہ بیوی کی بہن کے ساتھ عقد کر سکتا ہے ؟

جواب: ہاں۔ اس کو اس کا حق ہے ۔ دودھ پلانے والی عورت اور اس کی لڑکیاں چاہے اس سے پیدا ہوئی ہوں یا اس نے ان کو دودھ پلایا ہو پس جس طرح عورتیں نسبت کے ذریعے حرام ہوتی ہیں اسی طرح رضاعت (دودھ پلائی) کے ذریعہ حرام ہوتی ہیں۔

اور دودھ پینے والے بچے کے باپ کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ان لڑکیوں سے شادی کرے جو اس عورت سے پیدا ہوئی ہیں اور نہ اس مرد کی لڑکیوں سے شادی کر سکتا ہے کہ جس کا اس کے بچے نے دودھ پیا ہے اور نہ اس کی نسبتی لڑکیوں سے اور نہ رضاعی ”دودھ پینے والی لڑکیوں سے“ البتہ یہ جاننا ضروری ہے کہ ہر دودھ پلانا حرمت پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں ۔ ان شرائط کے ساتھ اگر دودھ پلایا جائے تو وہ اثرانداز ہوتا ہے اور وہ شرطیں یہ ہیں:

الف دودھ کو پستان سے براہ راست پلایا جائے ۔ پس اگر عورت کا دودھ مصنوعی چیزوں کے ذریعے پلایا جائے تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا ۔

ب بچہ کی عمر دو سال سے زیادہ نہ ہو اگر دو سال کے بعد دودھ پئے تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

ج دودھ اس حد تک پئے کہ ”بچہ کی ہڈی اس سے مضبوط اور اس کے بدن میں گوشت پیدا ہو جائے اور اگر شک ہو جائے کہ دودھ نے اپنا یہ اثر پیدا کیا یا نہیں ۔ تو ایسی صورت میں ایک رات دن یا پندرہ مرتبہ دودھ پلانا کافی ہے ۔

لیکن اگر ان دو صورتوں یعنی زمانی اور کمی پندرہ مرتبہ میں گوشت کے پیدا ہونے اور ہڈی کے مضبوط ہونے میں دودھ کا اثر نہ ہونے کا یقین ہو تو ایسی صورت میں احتیاط کی جائے اور اس زمانی صورت یعنی۔ رات اور دن میں بچہ جس عورت کا دودھ پی رہا ہو وہی اس کی اس مدت میں غذا ہو اس اعتبار سے کہ جب بچہ کو دودھ کی ضرورت ہو تو وہ دودھ پلائے اگر اس مدت میں دودھ نہیں دیا یا دوسری غذا کھلائی یا کسی اور عورت نے اس کو دودھ پلا دیا تو پھر یہ دودھ کا پلانا اثر نہیں کرے گا اور اس دودھ پلانے میں یہ بات معتبر ہے کہ جب بچہ پہلی دفعہ دودھ پئے تو خوب بھوکا ہو تا کہ وہ اچھی طرح دودھ پئے اور آخر تک دودھ خوب سیر ہو کر پئے اور کمیت کی صورت میں یعنی پندرہ بار دودھ پلائی میں معتبر ہے کہ یہ دودھ پلائی پندرہ بار پے در پے ہو ، اس طرح کہ اس دودھ پلانے کے دوران میں کوئی دوسری عورت بچہ کو دودھ نہ پلائے اور جب بچہ بھوکا ہو تو خوب سیر ہو کر دودھ پئے اور بھی رضاعت (دودھ پلائی) کے مخصوص احکام ہیں کہ جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے اگر چاہو تو ان کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہو۔

سوال : اگر کوئی مرد شریعت مقدسہ کے مقرر قانون کے مطابق شادی کرے تو؟

جواب: اس کی زوجہ اس پر حلال ہے جیسا کہ میں نے تم سے پہلے بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ اس عورت پر واجب ہے جب اس شوہر چاہے اس کو اپنے نفس پر اختیار دیدے اور عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی عذر شرعی کے بغیر اپنے شوہر کو مباشرت سے منع کرے ۔ اس طرح دائمی زوجہ پر شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا حرام ہے اور دوسری طرف شوہر پر دائمی

زوجہ کے لئے غذا، لباس، گھر اور اس کی شان کے مطابق زندگی کی دوسری ضروریات کو فراہم کرنا واجب ہے۔ اسی طرح شوہر پر ہر چار مہینہ میں ایک بار اپنی زوجہ سے مباشرت لازمی ہے۔ البتہ زوجہ کی رضا و رغبت سے ترک کر سکتا ہے یا شوہر کے لئے عذر شرعی پیش آجائے جیسے ضرر اور حرج۔

سوال: اگر شوہر زوجہ کا نان و نفقہ ادا نہ کرے جس کی وہ مستحق ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب زوجہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ قرض رہے گا اگر شوہر نفقہ دینے سے منع کرے اور زوجہ اس کا مطالبہ بھی کرتی ہو تو پھر اس کے لئے جائز ہے کہ وہ شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اپنا حق وصول کرے۔

اس سلسلہ میں گفتگو ختم ہوتی ہے اب میں بعض دوسرے احکام تم سے الگ الگ صورتوں میں بیان کرتا ہوں!

(۱) کسی مرد کا عورت کی طرف جنسی لذت حاصل کرنے کے لئے دیکھنا یا چھونا حرام ہے، کسی چھوٹی بچی کی طرف بھی اس طرح دیکھنا اور اسے چھونا حرام ہے، یہاں تک کہ چھوٹے بچے کے ساتھ بھی ایسا کرنا حرام ہے۔ صرف میاں بیوی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور اسی طرح مرد کا مرد سے حتی کہ کسی چھوٹی بچی سے جنسی لذت حاصل کرنا حرام ہے۔

(۲) کسی کی شرمگاہ پر نگاہ کرنا حرام ہے چاہے مرد ہو یا عورت اور چاہے نگاہ کرنے والا بچہ ممیز ہو، سوائے شوہر اور بیوی کے۔

(۳) کسی مرد کا نا محرم عورت کے بدن پر اور اس کے بالوں پر نظر کرنا حرام ہے سوائے چہرہ اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے ان اعضاء پر اس کا دیکھنا بغیر جنسی لذت کے جائز ہے۔ اسی طرح نا محرم مرد کے بدن پر کسی عورت کا نگاہ کرنا حرام ہے سوائے اس حصہ کے جس کا عام طور پر چھپانا لازم نہیں ہے۔ جیسے سر، دونوں ہاتھ، اور پاؤں اور ان کی طرف عورت کا نگاہ کرنا بغیر جنسی لذت کے جائز ہے۔

(۴) مرد کا مردوں کی طرف بغیر جنسی لذت کے نگاہ کرنا جائز ہے اور عورت کا عورتوں کی طرف بغیر جنسی لذت کے نگاہ کرنا جائز ہے۔ اسی طرح مرد کا اپنی محرم عورتوں کی طرف بغیر جنسی لذت کے نگاہ کرنا جائز ہے اور عورت کا اپنے محرم مردوں کی طرف بغیر جنسی لذت کے نگاہ کرنا جائز ہے۔ مذکورہ تمام جگہوں میں شرمگاہ مستثنیٰ ہے یعنی کسی کی بھی شرم گاہ پر نگاہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور اسی بنا پر مرد کے لئے بغیر جنسی لذت کے اپنی والدہ، بہن، پھوپھی، خالہ، بھائی کی لڑکی اور اپنی دادی، نانی کی طرف نگاہ کرنا جائز ہے۔

سوال: کیا اپنے بھائی بھائی کی بیوی، پھوپھی کی لڑکی، خالہ کی لڑکی اور چچا کی لڑکی کی طرف نگاہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں، ان کی طرف نگاہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ عورتیں اس کی نا محرم ہیں۔

(۵) عورت پر اپنے بدن اور بالوں کا چھپانا ہر اس نا محرم مرد سے واجب ہے کہ جس کا اس کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے بلکہ عورت اس ممیز بچہ سے بھی اپنے بالوں اور جسم کو چھپائے کہ جس کی شہوت ابھرنے کا امکان ہو اور اس حکم سے چہرہ، دونوں ہاتھ اور پیر مستثنیٰ ہیں۔

پس عورت نا محرم مردوں کے سامنے ان اعضاء کو ظاہر کرے اگر حرام میں پڑنے کا خوف نہ ہو اور ان کا ظاہر کرنا نا محرم کی حرام نظر پڑنے کا باعث نہ ہو ورنہ ان دونوں صورتوں میں ان اعضاء کا ظاہر کرنا بھی حرام ہے۔

(۶) مرد کافر عورتوں کی طرف بغیر جنسی لذت کے نگاہ کر سکتا ہے اور اسی طرح ان عورتوں کی طرف بھی دیکھ سکتا ہے جو اپنے جسم اور بالوں کو نا محرم لوگوں سے نہیں چھپاتیں جب کہ ان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ روکا جائے تو ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہو۔

(۷) جب مرد کسی عورت سے شادی کرنا چاہے اور اس کو اپنا شریک حیات بنانا چاہے تو اس مرد کو اس عورت کے محاسن مثلاً چہرہ، بال، گردن، ہاتھ اور پنڈلیاں اور دوسری پوشیدہ چیزیں دیکھنا شہوت کے بغیر جائز ہے۔

سوال: کیا مرد عقد پڑھنے سے پہلے عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے؟ اجراء عقد سے پہلے بھی؟

جواب: ہاں عقد جاری کرنے سے پہلے مرد اس کی طرف نظر کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ بات چیت کر سکتا ہے۔ بلکہ پہلے وہ اس کو اپنے سامنے بلا کر (چلا پھرا کر) خوب دیکھ لے تاکہ اس کی اچھائی و برائی معلوم ہو جائے اس کے بعد اس سے شادی طے کرے۔

سوال: کیا کسی عورت کے جسم کو ڈاکٹر کا دیکھنا اور چھونا جائز ہے؟

جواب: اگر عورت کے لئے ڈاکٹر سے علاج کرنا لیڈی ڈاکٹر سے زیادہ آسان ہو تو ورنہ لیڈی ڈاکٹر سے علاج کرائے اور ڈاکٹر سے علاج کرانا جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا کوئی مسلمان مرد کسی یہودی یا عیسائی عورت سے عقد موقتی (متعہ) کر سکتا ہے؟ وہ عورت نہ تو مسلمہ ہے اور نہ مومنہ اور وہ عقد موقتی (متعہ) کے جواز اور اس کی حلیت کا عقدہ بھی نہیں رکھتی؟

جواب: اس کے باوجود اس سے متعہ کرنا جائز ہے یہاں تک کہ اگر مسلمان مرد عقد موقت (متعہ) کے لئے مال بھی دے تو بھی جائز ہے۔

(۸) ایک مرد کے لئے چار عورتوں سے زیادہ عقد دائمی کرنا جائز نہیں ہے اور اس کو طلاق دینے کا حق ہے کہ اپنی عورتوں میں سے جس کو چاہے طلاق دیدے۔

سوال: کیا اس مناسبت سے آپ طلاق کے بارے میں مجھ سے کچھ بیان نہیں فرمائیں گے؟

جواب: انشاء اللہ تعالیٰ بعد والی گفتگو میں اس کے بارے میں بیان کروں گا اب ہمارا وقت ختم ہو گیا میں نے عرض کیا۔

بہت بہتر پس آنے والی فصل میں ہماری گفتگو طلاق کے سلسلہ میں ہو گی۔

طلاق کے بارے میں گفتگو

میں پہلے یہ تصور کرتا ہوں کہ میں ہی صرف طلاق سے نفرت کرتا ہوں لیکن جب میں نے اپنے والد سے اس بارے میں گفتگو کی تو مجھے معلوم ہوگیا کہ میں ہی صرف طلاق سے نفرت نہیں کرتا، بلکہ میرے والد بھی میری طرح طلاق سے نفرت کرتے ہیں اور ہماری طرح بہت سے لوگ ہیں کہ جو طلاق سے کراہت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں میرے والد نے مجھے بتایا:

خداوند تبارک و تعالی طلاق کو دوست نہیں رکھتا اور انہوں نے مزید حدیث شریف کے چند نصوص مجھ سے نقل کئے میرے والد نے مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک روایت کے بارے میں بتایا جس میں امام علیہ السلام نے فرمایا ہے:

”ما من شئی ابغض الی اللہ عزو جل من الطلاق“

”خداوند عالم کے نزدیک طلاق سے زیادہ کوئی چیز بری نہیں ہے“ اور میرے والد نے مجھ سے امام صادق علیہ السلام کی ایک اور روایت بیان کی:۔

”ما من شئی ابغض الی اللہ عزو جل من بیت یخرب فی الاسلام بالفرقة ، یعنی الطلاق“

”اللہ کے نزدیک تفرقہ سب سے زیادہ بری چیز ہے کیونکہ اس کے ذریعہ اسلام کا ایک گھر تباہ ہو جاتا ہے اور یہ تفرقہ طلاق ہی تو ہے“۔

مجھ سے اس روایت کو بیان کیا کہ حسن بن فضل نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے:

”تزوجوا ولا تطلقوا، فان الطلاق یهتز منه العرش“

”شادی کرو اور طلاق نہ دو، کیونکہ طلاق عرش کو ہلا دیتی ہے۔“

حدیث شریف میں بغض طلاق سے مراد وہ شخص ہے کہ جو کثرت کے ساتھ طلاق دیتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں:

”خداوند عالم ہر طلاق دینے والے سے بغض رکھتا ہے۔“

میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ میں طلاق سے نفرت رکھتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں اس کے کچھ احکام کو جاننا چاہتا ہوں۔ میرے والد صاحب نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے احکام طلاق کا آغاز کیا۔ طلاق دینے والے کے لئے شرط ہے کہ وہ بالغ، عاقل اور با اختیار ہو۔ لہذا بچے، مجنون اور وہ شخص کہ جس کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے ان کا طلاق دینا صحیح نہیں ہے مگر اس میں احتیاط کو مدنظر رکھا جائے اور طلاق دینے والے کا مقصد صیغہ طلاق سے حقیقی جدائی ہو۔ لہذا مذاق اور نسیان اور طلاق کے معنی نہ سمجھنے کی صورت میں طلاق صحیح نہیں ہوگی۔

سوال : طلاق کا صیغہ کیا ہے ؟

جواب : طلاق عربی زبان میں اور مخصوص صیغہ کے ذریعہ واقع ہوتی ہے ، اور اسے جاری کرنے والا عربی پر قادر ہو ۔ اور دو عادل مردوں کی موجودگی میں اسے جاری کرے مثلاً شوہر کہے ”زوجتی فاطمہ طالق“ یا اپنی زوجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہے ”انت طالق“ یا شوہر کا وکیل کہے ”زوجۃ موکلی فاطمہ طالق“ اس طرح شوہر اور زوجہ کے درمیان طلاق واقع ہو جائے گی۔

سوال : کیا صیغہ طلاق میں زوجہ کے نام کا ذکر واجب ہے ؟

جواب : نہیں اس کا نام لینا ضروری نہیں ہے ۔ جب کہ وہ معروف و مشخص ، اور معین ہو اور اس کے علاوہ اس کی کوئی اور بیوی نہ ہو تو اس کے نام کا ذکر کرنا واجب نہیں ہے۔

میرے والد صاحب نے فرمایا :۔ جب تک عورت حیض و نفاس سے پاک نہ ہو، اس وقت تک اسے طلاق دینا صحیح نہیں ہے ۔ مگر یہ کہ وہ مدخولہ نہ ہو حاملہ ہو یا بعض حالات میں جب کہ اس کا شوہر غائب ہو ۔ اسی طرح اس کی پاکی میں اس کو طلاق دینا صحیح نہیں ہے کہ جس میں شوہر نے اس کے ساتھ مجامعت کی ہو بلکہ شوہر پر واجب ہے کہ وہ انتظار کرے یہاں تک کہ اس کو حیض آجائے اور وہ حیض سے پاک ہو جائے پھر وہ جب حیض سے پاک ہو جائے تو اس کے بعد اس کو طلاق دیدے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ متعہ میں عورت کو طلاق نہیں دی جائے گی بلکہ جو مدت دونوں نے معین کی ہے اس کے ختم ہوتے ہی دونوں میں جدائی ہو جائے گی یا شوہر باقی مدت بخش دے گویا مرد اپنی زوجہ سے مثلاً کہے ”وھبتکِ المدۃ الباقیہ“ باقی مدت میں نے تجھ کو بخش دی ۔

پس ان دونوں کے درمیان جو تعلق تھا وہ ختم ہو جائے گا اور مدت کے بخشنے میں شاہدوں کا ہونا معتبر نہیں ہے ۔ اور نہ اس میں حیض و نفاس سے پاک ہونے کی شرط ہے ۔

میرے والد نے یہ کہتے ہوئے مزید بتایا کہ جب مرد کسی ایسی عورت کو طلاق دیدے کہ جس نے نو سال پورے کر لئے ہوں اور اس کے ساتھ دخول کیا ہو اور ابھی وہ سن یائسہ کو نہ پہنچی ہو تو اس عورت پر عدہ رکھنا واجب ہے اور عدہ کی ابتداء طلاق جاری ہونے کی تاریخ سے ہوگی نہ کہ جس تاریخ سے اسے طلاق کا علم ہوا ہے ۔ اور حاملہ کی طلاق تین طہر ہیں اور جب طہر میں اس کو طلاق ہوئی ہے تو طہر طلاق حیض کے درمیان کا فاصلہ ہے اور یہ طہر پہلا طہر سمجھا جائے گا چاہے اس طہر کی مدت تھوڑی ہی کیوں نہ ہو ۔

سوال : اس کے معنی یہ ہےہیں کہ تیسرے خون کے ظاہر ہونے پر عدہ کی مدت ختم ہو جائے گی۔

جواب : ہاں ۔ تیسرے خون کے ظاہر ہو جانے کے بعد اس کی عدت ختم ہو جائے گی ۔

سوال : اور جو حاملہ ہے اس کی عدت کتنے روز ہے ؟

جواب: اس کی عدت وضع حمل تک ہے چاہے یہ وضع حمل کامل ہو یا ساقط ہو جائے۔

سوال: اگر طلاق کے بعد وضع حمل ایک دن میں ہو جائے تو کیا اس ولادت کے ساتھ عدت کی مدت ختم ہو جائے گی۔؟

جواب: ہاں۔ یہاں تک کہ ولادت طلاق کے ایک دن بعد نہیں بلکہ ایک گھنٹے کے بعد ہی کیوں نہ ہو لیکن شرط ہے کہ بچہ اس کے شوہر کا ہو کہ جس نے طلاق دی ہے مثلاً زنا کا نہ ہو۔

سوال: اور کیا جو عورت متعہ میں تھی اس کی عدت اس کے شوہر کی جدائی کے بعد ہے؟

جواب: اگر وہ بالغہ مدخولہ ہو، یائسہ اور حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت (دو حیض ہے) کامل ہے جس کو حیض آتا ہو اور جس کو کسی مرض یا عذر کی بنا پر حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت پینتالیس (۴۵) روز ہے۔

میرے والد نے مزید فرمایا کہ مرد کے ہاتھ میں طلاق ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) بائن (۲) رجعی

طلاق بائن:

طلاق بائن وہ طلاق ہے کہ جس کے بعد شوہر زوجہ سے رجوع نہیں کر سکتا مگر یہ کہ وہ دوسرا عقد کرے جیسے کوئی زوجہ کو اس کے دخول سے پہلے طلاق دے دے۔

طلاق رجعی:

طلاق رجعی وہ ہے کہ جس میں شوہر زوجہ کی طرف رجوع کرنے کا حق رکھتا ہے جب تک کہ وہ مطلقہ عورت عدت میں ہو بغیر کسی نئے عقد کے اور بغیر کسی نئے مہر کے۔

طلاق بائن کے اقسام میں ایک طلاق خلع ہے۔ کہ زوجہ کچھ اپنے شوہر کو دے کر اس کو طلاق دینے پر مجبور کرے اور اس پر الزام لگائے کہ وہ زوجیت کے حقوق کی رعایت نہیں کرتا اور اس سلسلے میں حدود خدا کا لحاظ نہیں رکھتا۔ لیکن خود شوہر زوجہ کو مجبور نہ کرے، اور وہ یہ ہے کہ زوجہ کہے: "بذلت لك مهري على ان تخلعني" "میں نے تجھ کو اپنا مہر بخش دیا تا کہ تو مجھے طلاق دے دے" اس کے بعد شوہر عربی زبان میں صحیح طریقہ سے دو عادل گواہوں کے سامنے کہے: "زوجتي فاطمة" "خلعتها على ما بذلت" یا کہے "فلانه طالق على كذا"

پس جب ایسا کہے گا تو طلاق خلع واقع ہو جائے گی۔

سوال: کیا زوجہ کا نام لینا واجب ہے؟

جواب: اگر معین ہو تو نام لینا واجب نہیں ہے۔

سوال: کیا حق مہر کے علاوہ دوسرا کوئی مال اپنے شوہر کو دینا جائز ہے تا کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق خلع دے دے؟

جواب: ہاں یہ جائز ہے۔

سوال: کیا زوجہ اور شوہر، دونوں کسی کو اپنی جگہ طلاق خلع میں حق مہر بخشنے میں اپنا وکیل بنا سکتے ہیں؟

جواب: ہاں دونوں کو یہ حق حاصل ہے۔

سوال: کبھی شوہر غائب ہو جاتا ہے اور اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا اور نہ اس کی موت اور نہ حیات کا علم ہوتا ہے (تو اس صورت میں زوجہ کیا کرے)؟

جواب: زوجہ کو حق حاصل ہے کہ وہ اس صورت میں حاکم شرع کی طرف رجوع کرے پس حاکم شرع اسے چار سال تک تلاش کرنے کا حکم دے گا۔ اگر اس مدت میں پتہ نہ چلے اور نہ ہی شوہر کا کوئی مال ہے کہ جس کو زوجہ پر خرچ کیا جا سکے اور نہ اس کے شوہر کا ولی اس کی زوجہ کو اپنے مال سے کچھ دیتا ہے تو حاکم شرع اس کو طلاق دینے کا حکم دے دے گا، اگر وہ انکار کرے اور اس پر اجبار ممکن نہ ہو، اور نہ شوہر کا کوئی ولی ہو تو پھر جیسے ہی عورت حاکم شرع سے استدعا کرے گی تو حاکم شرع اس کی استدعا پر اس کو طلاق دے گا۔

سوال: اگر شوہر عمر قید میں ہو اور وہ زوجہ کا خرچ دینے پر بھی قادر نہ ہو اور طلاق دینے کو بھی منع کرتا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: زوجہ کو اس صورت میں حاکم شرع کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اس حالت میں شکایت کرنا حاکم شرع سے جائز ہے اور حاکم شرع اس کے شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے گا اگر اس نے منع کیا اور اس کو مجبور بھی نہ کیا جا سکے تو پھر عورت کی درخواست پر حاکم شرع اس کو طلاق دے گا۔

نذر و عہد اور قسم کے بارے میں گفتگو

نذر و عہد و قسم پر گفتگو

میں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ رہا تھا تو میں نے راستہ میں ماں اور بیٹے کے درمیان ہونے والی گفتگو کو اس طرح سنا:

ماں: میں نے اللہ تعالی سے نذر کی تھی کہ جب تمہارا چھوٹا بھائی اپنی بیماری سے صحت یاب ہوجائیگا تو میں ایک بکرا راہ خدا میں ذبح کروں گی اور الحمد للہ اب وہ شفا پا گیا ہے اور مجھ پر نذر کا ادا کرنا واجب ہو گیا ہے۔

بیٹا! اے مادر گرامی! کیا میں آپ کو ہمیشہ یہ نہیں کہتا ہوں کہ آپ میرے چھوٹے بھائی کو مجھ سے زیادہ چاہتی ہیں۔

ماں! ایسی کوئی بات نہیں، کیا تمہارے بھائی کا مرض خطرناک نہ تھا، اس کی قوت سلب نہیں ہو گئی تھی؟ کیا اس کی سننے اور دیکھنے کی قوت واپس نہیں پلٹی؟ کیا ڈاکٹر نے نہ کہا تھا کہ اگر عنایت خداوندی شامل حال نہ ہوئی تو اس کو شفا نہ ملتی کیا ایسا نہیں ہوا؟ کیا تم اس کی حالت بھول گئے ہو، کیا واجب نہیں ہے کہ میں اس کی شفا پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں اور اس کی نعمت پر شکر ادا کرتے ہوئے اس کی راہ میں قربانی کروں؟!؟

اور اس وقت تو میں نے تمہارے بھائی کے لئے خطرناک مرض سے شفا پانے کی امید میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذر کی تھی ایسا نہیں ہے کہ میں اس کو تجھ سے زیادہ چاہتی ہوں، کیا ہم نے تمہاری ولادت کے ساتویں دن بعد تمہاری طرف سے ایک موٹے بکرے کا عقیقہ نہیں کیا؟ ایک موٹا تازہ بکرا۔۔۔کیا ہم نے تمہاری طرف سے قربانی نہ کی تھی؟ عقیقہ قربانی۔۔۔؟

سوال: عقیقہ کیا ہے؟ قربانی کیا ہے؟

جواب: میرے والد صاحب نے فرمایا کہ اے میرے فرزند! ولادت کے ساتویں روز مولود کی طرف سے چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی بکرا یا گائے ذبح کی جاتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”يسمی الصبی فی اليوم السابع ويعق عنه و يحلق راسه و يتصدق بزنةالشعر فضة و ترسل الرجل و الفخذ للقابلة التی عاونت الام فی وضع الحمل و يطعم الناس بالباقی منها و يتصدق به“

”ولادت کے ساتویں روز بچے کا نام رکھنا چاہیئے اور اس کا عقیقہ کرنا چاہیئے اور اس کے سر کے بالوں کو اتروانا چاہیئے اور ان کے وزن کے برابر صدقہ دینا چاہیئے اور جانور کا پیر اور اس کی ران دایہ کو دینا چاہیئے کہ جس نے ماں کی وضع حمل میں مدد کی ہے، اور اس کا باقی گوشت لوگوں کو کھلاؤ اور اس کا صدقہ دو“ اور باپ اور اس کے عیال خصوصاً بچہ کی ماں پر اپنے بچے کے عقیقہ کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔

عقیقہ سنت موکدہ ہے، ہر اس شخص پر جو اس کی قدرت رکھتا ہو۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے دن ان کے کان میں اذان کہی اور ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا۔ اور وہ شخص کہ جس کے باپ نے اس کا عقیقہ نہیں کیا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بڑا ہونے کے بعد اپنا عقیقہ خود کرے۔

عمر بن یزید نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ میں نہیں جانتا کہ میرے والد نے میرا عقیقہ کیا ہے یا نہیں ؟

حضرت نے انھیں عقیقہ کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے اپنا عقیقہ خود کیا، حالانکہ وہ بوڑھے ہو چکے تھے۔

سوال : یہ تو آپ نے عقیقہ کے متعلق بیان کیا آپ مہربانی کرکے قربانی کے بارے میں بھی ارشاد فرمائیں؟

جواب : میرے والد نے فرمایا کہ قربانی یہ ہے کہ انسان عید کے دن بکرے کو ذبح کرتا ہے اور قربانی سنت موکدہ ہے اور زندہ یا مردہ دونوں کی طرف سے یکساں طورپر قربانی کرنا جائز ہے اور یہ قربانی بچے کی طرف سے بھی کی جا سکتی ہے، جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے اپنی عورتوں کی طرف سے قربانی کی اور اپنے اہل بیت میں سے جس کی طرف سے قربانی نہیں کی گئی تھی ان کی طرف سے قربانی ادا کی، اور اپنی امت میں سے جس نے قربانی نہیں کی اس کی طرف سے قربانی ادا کی، اسی طرح ہر سال امیر المومنین علیہ السلام نبی اکرم کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے۔

سوال : کیا اس ماں پر اپنی نذر کو پورا کرنا واجب ہے یا وہ عقیقہ اور قربانی کی طرح واجب نہیں ہے بلکہ سنت موکدہ ہے؟

جواب : میں تمہیں پہلے نذر کے متعلق بتاتا ہوں کہ نذر کیا ہے۔

نذر:

نذر یہ ہے کہ تم کسی معین چیز کے انجام دینے یا اس کے ترک کرنے کو اللہ کے لئے اپنے اوپر لازم کر لو اور وہ چیز کوئی بھی ہو۔ لیکن ہمیشہ نذر کا ادا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ شرائط ہیں اگر وہ پائے جائیں تو پھر نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔

سوال : وہ کون سی شرائط ہیں جو اگر پائے جائیں تو پھر نذر کا پورا کرنا واجب ہے ؟

جواب : وہ شرائط درج ذیل ہیں۔

(۱) نذر کا صیغہ للہ کے قول پر مشتمل ہو (یعنی نذر کے صیغہ میں للہ کہنا ضروری ہے) یا اللہ کے وہ مخصوص اسماء جو اس کے مشابہ ہیں ان پر مشتمل ہو، اگر نذر کرنے والا یہ صیغہ کہے (للہ علی کذا) تو اس کی نذر منعقد ہو جائے گی مثلاً (اس جملہ کا مطلب) گویا یہ ہوا :

(لله على ان اذبح خروفاً و اتصدق بلحمه على الفقراء ان شفى ولدى)

”پہلے جملے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ ایسا کروں ۔ دوسرے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے مجھ پر لازم ہے کہ اگر میرے بچے کو شفا مل گئی تو میں ایک بکرا ذبح کرکے اس کا گوشت فقراپر تقسیم کروں گا۔ “یا یہ کہا جائے ”للہ علی ان ادع واترک التعرض لجاری بسوء“ خدا کی طرف سے مجھ پر لازم ہے کہ میں پڑوسی کے ساتھ برا سلوک نہ کروں“ چاہے اس نذر کے صیغہ کو عربی میں یا کسی دوسری زبان میں ادا کرے برابر ہے ۔

سوال : اور اگر نذر کرنے والا ”للہ علی“ نہ کہے یا ”للرحمن علی“ نہ کہے اور نہ اس کے مشابہ کہ کوئی لفظ استعمال کرے جیسا کہ اکثر لوگ آج کل نذریں کرتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : تو اس صورت میں اس پر نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے ۔

(۲) جس چیز کی نذر کی گئی ہے اگر وہ عمل کے اعتبار سے شرعا رجحان رکھتی ہو ۔

سوال : جس چیز کی نذر کی گئی ہے اگر وہ شرعا رجحان نہ رکھتی ہو بلکہ مکروہ یا نقصان دہ یا مباح ہو تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب : پہلی دو چیزوں (مکروہ اور نقصان دہ) میں نذر صحیح نہیں ہے، لیکن مباح میں اگر نذر شرعاً رجحان رکھتی ہو مثال کے طور پر اگر نذر کرے کہ میں پانی پیوں گا اور اس کا مقصد عبادت کرنے کی خاطر قوت حاصل کرنا ہو تو نذر منعقد ہوگی ورنہ نہیں ۔

(۳) نذر کرنے والا بالغ، عاقل اور قصد و اختیار کے ساتھ نذر کرے، جس چیز کی نذر کی ہے اس میں وہ ممنوع التصرف نہ ہو ۔

(۴) جس چیز کی نذر کرے اس پر قدرت یا استطاعت رکھتا ہو۔

سوال : اور اگر انسان جس چیز پر قادر یا مستطیع نہ ہو اس کی نذر کرے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب : اس کی نذر صحیح نہیں ہے ۔

سوال : اور جب انسان مذکورہ شرائط کے مطابق نذر کرے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

جواب : تو اس نذر کو پورا کرنا اس پر واجب ہے کہ جس کو اس نے اپنے اوپر لازم کیا ہے چاہے وہ نذر کسی کام کو اللہ کے لئے انجام دینے یا ترک کرنے پر مشتمل ہو اس کا وقت معین ہو یا نہ ہو وہ چیز چاہے نماز ہو یا روزہ، صدقہ ہو یا زیارت، حج ہو یا کوئی اور چیز ”قربتہ الی اللہ“ کسی چیز کا انجام دینا ہو یا ترک کرنا ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو ۔

سوال : اور جب انسان عمداً نذر کو پورا نہ کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

جواب : اس پر کفارہ واجب ہے اور وہ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے ۔

سوال : اور اگر اپنی غربت کی بنا پر وہ معذور ہو تو ؟

جواب : تو وہ تین دن پے در پے روزے رکھے ۔

سوال : اگر کوئی انسان نذر کرے کہ مشاہد مقدسہ میں سے کسی مشہد، روضہ امام علیہ السلام کے لئے اتنا مال دوں گا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

جواب : تو وہ مال کو اس روضہ کی عمارت، یا اس کے فرش، یا اس کے ساز و سامان یا اس کے کسی اور فائدہ میں خرچ کرے اگر نذر کرنے والے نے مذکورہ چیزوں کے علاوہ کسی معین چیز کے متعلق نذر نہ کی ہو۔

سوال : اگر انسان نبی یا امام یا ان کی کسی اولاد کے لئے نذر کرے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

جواب : یہ مال ان کے غریب زوار کو دے دے یا ان کے حرم شریف یا اس کے مثل کسی دوسرے حرم میں خرچ کردے۔

سوال : جب انسان ظن قوی رکھتا ہو کہ اس نے کسی معین چیز کی نذر کی تھی تو کیا اس پر نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔

جواب : اگر اسے اطمینان ہو کہ اس نے نذر کی تھی تو اس پر نذر کا پورا کرنا واجب ہے ورنہ اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔

میرے والد نے اس کے بعد مزید فرمایا: کبھی انسان خدا سے عہد کرتا ہے کہ میں یہ کام کروں گا یا کہتا ہے "عاہدت اللہ ان افعل" خدا سے عہد کرتا ہوں کہ میں یہ کام کروں گا یا کہتا ہے "علی عہد اللہ انہ متی کان ۔۔۔۔ فعلی ۔۔۔۔" مجھ پر اللہ کا عہد ہے کہ جب یہ کام "" تو مجھ پر "" پس جب وہ یہ کہہ دے تو اس پر وہ عہد پورا کرنا واجب ہے جو اس نے کیا ہے۔

سوال : تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ عہد، نذر کی مانند ہے جو معین صیغہ کے بغیر صحیح نہیں ہے ؟

جواب : ہاں عہد نذر کے مانند ہے، اور عہد اسی چیز میں صحیح ہو گا جو شرعی طور پر رجحان رکھتی ہو، چاہے اس کا رجحان دنیوی وذاتی ہی کیوں نہ ہو، اور عہد میں وہی شرائط ہیں جو نذر میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

سوال : اور اگر انسان اس عہد کی خلاف ورزی کرے کہ جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو ؟

جواب : اس پر کفارہ واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرے، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پے در پے ساٹھ روزے رکھے۔

میرے والد نے اس کے بعد مزید فرمایا : اور قسم کا پورا کرنا بھی اسی طرح واجب ہے اگر کوئی عمداً اس کی مخالفت کرے تو اس پر کفارہ واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرے یا دس مسکینوں کو پیٹ بھر کھانا کھلائے یا تین دن مسلسل روزہ رکھے اور قسم یا یمین میں لفظ کا ہونا شرط ہے قسم اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو اور جس چیز کی قسم کھا رہا ہے اس کے پورا کرنے پر وہ قدرت و استطاعت رکھتا ہو اور اس پر عمل کرنا بھی اس کے لئے ممکن ہو، جس چیز کی قسم کھا رہا ہے وہ شرعی طور پر رجحان رکھتی ہو، چاہے وہ مصلحت ذاتی و شخصی ہی کیوں نہ ہو، اور قسم کھانے والا بالغ و عاقل ہو، اور قصد و اختیار کے ساتھ قسم کھائے۔

سوال : ذرا مجھے اس یمین یا قسم کی مثال دیجئے کہ جس کا پورا کرنا واجب ہے ؟

جواب: مثال کے طور پر جب انسان کہے "واللہ لافعلن" خدا کی قسم میں اس کام کو ضرور انجام دوں گا یا یہ کہے: "باللہ لا فعلن" یا "اقسم باللہ" یا ہے "اقسم برب المصحف" کہ یہ تمام جملے تقریباً ہم معنی ہیں "یا اس کے علاوہ اور بھی قسم کھانے کی صورتیں ہیں

سوال: اور جب کوئی دوسرے انسان کو مخاطب کرتے ہوئے "واللہ لتفعلن" خدا کہ قسم تو ضرور ایسا کام کرے گا تو؟

جواب: کسی دوسرے انسان سے متعلق قسم یا یمین منعقد نہیں ہوگی، اور نہ ہی زمانہ ماضی سے متعلق قسم منعقد ہوگی، اور اسی وجہ سے قسم و یمین پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، اسی طرح اگر باپ بیٹے کو یا شوہر بیوی کو قسم کھانے سے منع کریں تو ان کی قسم صحیح نہیں ہوگی۔ اور جب بیٹا بغیر باپ کی اجازت کے اور زوجہ بغیر شوہر کی اجازت کے قسم کھائیں تو قسم یا یمین کے صحیح ہونے کا دارومدار باپ یا شوہر کی اجازت پر منحصر ہے۔

سوال: کبھی انسان سچائی پر حلف اٹھاتا یا قسم کھاتا ہے اور وہ در حقیقت سچا ہے یا کسی معین چیز پر حلف اٹھاتا ہے اور وہ حلف اٹھانے میں سچا ہے تو؟

جواب: سچی قسمیں کھانا حرام نہیں ہے، لیکن مکروہ ہے۔ البتہ جھوٹی قسمیں کھانا حرام ہے۔ اور گناہان کبیرہ میں سے ہیں۔ مگر یہ کہ کوئی اہم ضرورت پیش آجائے تو۔

سوال: اور یہ کس طرح ہے؟

جواب: جب انسان قسم حلف کے ذریعہ کسی ظالم سے اپنے آپ کو یا مومنین میں سے کسی کو نجات دلائے تو یہ قسم جائز ہے۔ اور کبھی جھوٹی قسم واجب ہو جاتی ہے۔ جب کوئی ظالم کسی مومن یا اس کی ناموس یا کسی دوسرے مومن یا اس کی ناموس کو ڈرائے دھمکائے ہاں اگر یہاں "توریہ" کر سکتا ہو تو اپنے کلام میں استعمال کرے۔

سوال: "اپنے کلام میں توریہ استعمال کرے" اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب: توریہ یہ ہے کہ متکلم ذو معنی کلام استعمال کرے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہ لے اور اس پر کوئی واضح قرینہ بھی قائم نہ کرے۔ مثلا کوئی ظالم کسی مومن کے بارے میں پوچھے اور تم کو ڈر ہو کہ وہ اس کو ضرر پہنچائے گا تو تم اس کو یوں جواب دو "میں نے اس کو نہیں دیکھا" ہاں ایک گھنٹہ پہلے میں نے اس کو دیکھا تھا، اور تمہارا مقصد اس سے یہ ہو کہ ابھی چند منٹ پہلے اس کو نہیں دیکھا۔

۸۴/۳/۸ کو تصحیح پوری ہو گئ۔